خیر المصابیح
فی عدد التراویح

بیس رکعات تراویح

احادیث، عمل صحابہؓ اور اجماع اُمت کی روشنی میں

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ

شائع کردہ

جمعیۃ علماء ہند

۱- بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی ۲ ۰۰ ۰ ۱۱ (انڈیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ
خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد

اہل حدیث بہت زور سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ تراویح پڑھی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آٹھ ہی کا حکم دیا تھا جمہور مسلمان جو بیس تراویح پڑھتے ہیں اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ حالانکہ نہیں سمجھتے کہ عمل سے ہر چیز کا پتہ چلتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ تراویح پڑھی ہوتیں اور حضرت عمرؓ کا حکم بھی آٹھ ہی کا ہوتا تو حضرات صحابہ کرامؓ تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین، علماء راسخین کا عمل بیس یا بیس سے زائد کا نہ ہوتا۔ حالانکہ سوائے ہندوستان میں دو صدی قبل پہلے بارہ سو سال تک تمام مساجد مشرق و مغرب اور جنوب و شمال میں بیس یا بیس سے زیادہ رکعت تراویح ہوتی تھیں۔ حرمین شریفین میں اب تک بیس رکعت یا بیس سے زائد تراویح پڑھتے چلے آئے ہیں۔ کیا اہل حدیث کے سوا جمہور امت گمراہی میں رہی یا بغیر ثبوت کے ہی بیس یا بیس سے زائد پڑھتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بارہویں صدی تک کسی مسجد میں اگر آٹھ رکعت تراویح پڑھی گئی ہوں تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حتمی طور پر آٹھ رکعت نہیں پڑھی بلکہ بیس رکعت پڑھی گئی ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں بھی بیس ہی تراویح پڑھی گئی ہیں۔ ورنہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسا محقق حسب عادت کسی ایک کا مذہب تو آٹھ رکعت کا نقل کرتا۔ مگر تمام صحاح ستہ میں کسی ایک کا مذہب آٹھ کا نہیں ہے اور نہ آٹھ رکعت تراویح کسی کا عمل نقل کیا گیا ہے۔

بارہ سو ۱۲۰۰ سال تک مسلمانوں کا کیسا عمل رہا

امام بیہقی رحمہ نے سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ میں سائب بن یزید رضہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تو قیام کی شدت کی وجہ سے لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔

اور پانچ سطر بعد لکھتے ہیں کہ بشتیر بن شکل جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے اصحاب میں سے تھے۔ رمضان میں امامت کرتے تھے اور بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

اس کے دو سطر بعد روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو مامور کیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم کا حال تھا۔

نافع رح حضرت ابن عمر رض کے مولیٰ جو حضرت عائشہ رض اور حضرت ابوہریرہ رض اور حضرت ابورافع رض کے شاگرد تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے تو لوگوں کو چھتیس تراویح اور تین وتر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (قیام اللیل، ص ۹۲، تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۳)۔ نافع رح کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی ہے۔

داؤد بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز رح متوفی ۱۰۱ھ اور ابان بن عثمان رح متوفی ۱۰۵ھ کے زمانہ میں مدینہ کے لوگوں کو چھتیس رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ نیز عمر بن عبدالعزیز نے قاریوں کو چھتیس رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ (قیام اللیل، ص ۹۱، ۹۲)۔

امام مالک رح متوفی ۱۷۹ھ کے زمانہ تک مدینہ طیبہ میں چھتیس رکعتوں کا معمول تھا۔ کبھی وتر کے اختلاف عدد کی وجہ سے اکتالیس رکعتیں ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ امام ترمذی رح نے اکتالیس کا معمول مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ اہل مدینہ پر کیا موقوف ہے۔ بلکہ امام مالک رح کے متبعین جہاں بھی ہوتے وہاں چھتیس پر عمل ہوتا تھا۔ جیسا کہ مذہب مالکیہ کی فقہ شاہد ہے کہ مکہ معظمہ میں عطاء بن ابی رباح رح کے زمانہ تک بیس تراویح پر عمل تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) عطاء رح کی وفات ۱۱۴ھ میں ہوئی ہے اور نافع بن عمر کا بیان ہے کہ ابن ابی ملیکہ ہم کو رمضان میں بیس رکعتیں پڑھایا کرتے تھے۔ ابن ابی ملیکہ کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی۔

اور امام شافعی رح متوفی ۲۰۴ھ کا بیس پر عمل تھا۔ اور چونکہ امام شافعی رح خود بیس کے قائل تھے اس لئے ان کے بعد مکہ میں اور مکہ کے علاوہ ہر جگہ جہاں ان کے متبعین تھے سب بیس پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ فقہ شافعی اس کی شہادت دیتی ہے۔

—— حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ (قیام اللیل ص۹، تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۵)۔

—— کوفہ میں سوید بن یزید (متوفی سنہ ۸۲ھ) چالیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (قیام اللیل ص۹، تحفۃ الاحوذی ج ۲، ص ۷۳)۔

—— اور سوید بن غفلہ متوفی سنہ ۸۱ھ جو حضرت علی رض اور حضرت ابن مسعود رض کے صحبت یافتہ ہیں۔ بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (بیہقی ج ۲، ص ۴۹۶)۔

—— نیز علی بن ربیعہ جو حضرت علی رض وسلمان رض کے شاگرد ہیں وہ بھی بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

—— اور سعید بن جبیر جو حضرت ابن عباس رض اور دوسرے صحابہ کرام رض کے شاگرد ہیں اور بہت بڑے امام ہیں وہ اٹھائیس اور چوبیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۳)۔

—— امام کوفہ سفیان ثوری رح متوفی سنہ ۱۶۱ھ بیس رکعت کے قائل تھے۔ (تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۵)

—— امام اعظم ابوحنیفہ رح متوفی سنہ ۱۵۰ھ بیس رکعت تراویح کے قائل تھے اور ان کے مقلدین جس جگہ بھی ہیں تمام بیس رکعت ہی پڑھتے ہیں۔

—— بغداد میں امام احمد م سنہ ۲۴۱ھ بیس رکعتوں کے قائل تھے۔ حنبلی مذہب کی کتب فقہ شہادت دے رہی ہیں۔ "مقنع، ج ۱، ص ۱۸۳" میں ہے۔

"ثم التراويح وهي عشرون ركعة يقوم بها في رمضان في جماعة۔"

یعنی تراویح اور وہ بیس رکعت ہیں اس کو جماعت کے ساتھ رمضان میں ادا کرے۔

—— اسی طرح داؤد ظاہری رح متوفی سنہ ۲۷۰ھ بیس رکعت کے قائل تھے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۹۱) اور ان کے متبعین کا بھی بغداد اور غیر بغداد میں بیس پر عمل تھا۔

—— ائمہ خراسان میں سے عبداللہ بن مبارک رح متوفی سنہ ۱۸۱ھ بیس تراویح کے قائل تھے۔ (ترمذی)۔

عہد فاروقی سے لے کر تیسری صدی کے قریباً وسط تک مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، بغداد خراسان وغیرہ کے علماء اور ائمہ کا عمل رکعات تراویح کے باب میں یہی تھا کہ کوئی بھی آٹھ رکعت تراویح پڑھتا تھا اور نہ ہی اس پر کفایت کرتا تھا اور نہ اس پر کہیں عمل تھا۔ اس کے بعد تیسری صدی سے پہلے ہی ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ رح، امام مالک رح، امام شافعی رح، امام احمد بن حنبل رح اپنی فقہ کی تعلیم اپنے شاگردوں

کو دے کر دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور ان کے فقہی مسالک پر عمل ہو چکا تھا اور ہوا آج تک جاری ہے آج چاروں اماموں کی کتب فقہیہ لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ان میں سے کسی میں بھی آٹھ رکعت پر اکتفاء کی تعلیم نہیں دی گئی۔ بے شک ان ائمہ اربعہ رح کے علاوہ دیگر مجتہد اور امام بھی تھے اور ان کا کچھ عرصہ تک اتباع بھی جاری رہا۔ جیسے حضرت سفیان ثوری رح اور داؤد ظاہری رح مگر وہ بھی آٹھ کے قائل نہ تھے بلکہ بیس کے قائل تھے۔

قول و فعل نبوی ص سے کوئی عدد معین تراویح کا حتمی طور پر صحیح روایت سے ثابت نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً و فعلاً عدد تراویح کا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اس پر علماء کی شہادتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی شہادت ... شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رح کہتے ہیں۔

ومن ظن ان قیام رمضان فیه عدد موقت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یزاد ولا ینقص منه فقد اخطأ الخ (فتاوی ابن تیمیہ رح، ج ۲، ص ۴۶)۔

یعنی جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کے باب میں کوئی معین عدد ثابت ہے جو کم و بیش نہیں ہو سکتا وہ غلطی پر ہے۔

دوسری شہادت علامہ سبکی رح لکھتے ہیں۔

اعلم انه لم ینقل کم صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تلک اللیالی هل هو عشرون او اقل الخ (شرح منہاج منقول از تحفۃ الاخیار، ص ۱۹۲ - و مصابیح، ص ۲۳)۔

یعنی یہ منقول نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں کتنی رکعتیں پڑھیں بیس یا کم۔

تیسری شہادت علامہ شوکانی رح نیل الاوطار میں فرماتے ہیں۔

والحاصل الذی دلت علیه احادیث الباب وما یشابهها هو مشروعیة القیام فی رمضان والصلوة فیه جماعة وفرادی فقصر الصلوة المسماة بالتراویح علی

عدد معين وتخصيصها بقراءة مخصوصة لم ترد به سنة اھ (نیل الاوطار ص ۶۶ ج ۳)

یعنی اس باب کی حدیثوں اور ان کے مشابہ حدیثوں کا حاصل اتنا ہے کہ رمضان میں قیام اور اکیلے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مشروع ہے پس تراویح کو کسی خاص عدد میں منحصر کر دینا اور اس میں خاص مقدار قرأت کا مقرر کرنا ایسی بات ہے جو سنت میں وارد نہیں ہوئی۔

چوتھی شہادت

مولوی وحید الزمان رہ اہل حدیث لکھتے ہیں۔

ولا يتعين لصلوة ليالي رمضان يعني التراويح عدد معين الخ (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۲۶)۔

یعنی رمضان کی راتوں کو تراویح کے لئے کوئی عدد معین نہیں ہے۔

پانچویں شہادت

ابو الخیر سید نور الحسن خان رہ اہل حدیث لکھتے ہیں۔

"وبالجملة عددے معین در مرفوع نیامده" (عرف الجادی ص ۸۴)۔

یعنی تراویح کا کسی حدیث مرفوع میں کوئی عدد معین نہیں آیا ہے۔

چھٹی شہادت

نواب صدیق حسن خان مرحوم اہل حدیث لکھتے ہیں۔

ان صلوة التراويح سنة باصلها لما ثبت انه صلى الله عليه وسلم صلاها في ليالي ثم تركه شفقة على الامة ان لا تجب على العامة او يحسبوها واجبة ولم يأت تعيين العدد في الروايات الصحيحة المرفوعة لكن يعلم من حديث كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجتهد في رمضان ما لا يجتهد في غيره رواه مسلم ان عددها كثير۔ (الانتقاد الرجیح، ص ۶۱)

یعنی اصل نماز تراویح سنت ہے اس لئے کہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند راتوں میں اس کو پڑھا ہے۔ پھر امت پر شفقت کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیا کہ کہیں عام لوگوں پر واجب نہ ہو جائے یا اس کو واجب نہ سمجھ بیٹھیں۔ اور عدد معین مرفوع روایتوں میں نہیں ہے۔ لیکن صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جتنی محنت و کوشش کرتے اتنی غیر رمضان میں نہیں کرتے تھے۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تراویح کا عدد زیادہ تھا۔ (صرف گیارہ یا تیرہ نہیں تھا بلکہ بیس یا زیادہ تھا)۔

ساتویں شہادت علامہ جلال الدین سیوطی رح لکھتے ہیں۔ ان العلماء اختلفوا فی عددھا ولو ثبت ذلک من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یختلف فیہ۔ الخ۔ (مصابیح، ص ۔۔۔)۔

ترجمہ! یعنی علماء کا تراویح کے عدد میں اختلاف ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے کوئی عدد ثابت ہوتا تو اختلاف نہیں ہو سکتا تھا۔

اہلحدیث کے دو دعوے ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح ثابت ہیں۔ دوسرا یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ تراویح کا حکم دیا تھا۔

پہلا دعویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح پڑھنے کے ثبوت پر حدیث ذیل پیش کرتے ہیں۔

"انہ سأل عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثا قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی۔ (بخاری ج ۱، ص ۔۔۔)

ترجمہ:۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد رمضان میں کیسی تھی؟ فرمایا کہ رمضان اور غیر رمضان میں زیادہ گیارہ رکعتوں سے نہیں کرتے تھے۔ چار رکعت ایسی پڑھتے تھے کہ ان کے حسن اور طول سے مت پوچھو۔ پھر چار رکعت ایسی پڑھتے تھے کہ ان کے حسن اور طول سے مت پوچھو۔ پھر تین رکعت پڑھتے تھے۔ کہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ سوتے ہیں قبل وتر کے؟ فرمایا اے عائشہ رض! میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں تراویح گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ اس طرح کہ آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر۔

پہلا جواب اسی حدیث میں لفظ ولا فی غیرہ یعنی غیر رمضان میں گیارہ رکعت تراویح پڑھتے تھے جو دلیل اس بات کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال اس نماز تہجد کا تھا کہ جو بارہ مہینے میں پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ رض

سے روایت ہے۔

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد میزرہ واحی لیلہ وایقظ اھلہ الخ (بخاری شریف ج ۱، ص ۲۷۱)۔

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب اخیر عشرہ رمضان کا داخل ہوتا تو تہبند مضبوط باندھتے اور ساری رات جاگتے اور اپنے اہل خانہ کو جگاتے تو سائل کو خیال آیا کہ شاید تہجد کی رکعتیں بھی زیادہ کر دیتے ہوں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے جواب دیا کہ اکثر آپ تہجد کی گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔

جب یہ حدیث نماز تہجد کے بارے میں ہے تو تراویح کا اس سے کیا تعلق!

دوسرا جواب اگر بالفرض محال اس کا تعلق بھی تراویح سے ہو تو اس سے بھی ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا ایک دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف ج ۱، ص ۱۱۱)

حافظ ابن حجر رح وغیرہ شراح حدیث نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے ان دونوں مختلف بیانات میں یوں تطبیق دی ہے کہ یہ بیانات مختلف حالات اور اوقات سے تعلق رکھتے ہیں یعنی یہ کہ عام حالات و اوقات میں گیارہ سے زائد نہیں پڑھتے تھے اور کبھی کبھی تیرہ بھی پڑھتے تھے۔ لہذا آٹھ تراویح میں انحصار باطل ہو گیا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رح لکھتے ہیں۔

والصواب ان کل شئی ذکرتہ من ذلک محمول علی اوقات متعددہ واحوال مختلفۃ الخ (فتح الباری ج ۳، ص ۱۴)۔

اور مولانا عبد الرحمٰن مبارک پوری رح نے بھی یہ تسلیم کیا ہے۔

انہ قد ثبت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان قد یصلی ثلث عشرۃ رکعۃ سوی رکعتی الفجر الخ (تحفۃ الاحوذی ج ۲

یعنی یہ ثابت اور محقق ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی تیرہ رکعت فجر کی سنتوں کے سوا پڑھتے تھے۔ جب گیارہ سے زیادہ کا ثبوت ہو چکا تو اہل حدیث کا یہ دعویٰ کہ گیارہ سے زیادہ تراویح نہیں ہوتی تھیں یہ دعویٰ باطل ہو گیا۔ اور گیارہ سے زیادہ والی روایت کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مخالف کہنا سخت بھول اور غفلت پر مبنی ہے اسلئے کہ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ کبھی یہ ہوا اور کبھی اس سے زائد ہوا۔

تیسرا جواب بقول اہلحدیث جب یہ حدیث تراویح کے بارے میں ہے۔ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمارہی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار چار رکعت پڑھتے تھے اور بہت لمبی پڑھتے تھے اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔ اور بہت لمبی پڑھتے تھے تو اس حدیث پر عمل تب ہوگا جب کہ چار چار رکعت ایک سلام سے پڑھی جائیں اور تین وتر ایک سلام سے پڑھے جائیں۔ حالانکہ اہلحدیث کا اس پر عمل نہیں کہ دو دو رکعت تراویح پڑھتے ہیں اور تین وتر دو سلام سے پڑھتے ہیں یا ایک ہی وتر پڑھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث کل کی کل اہل حدیث کے نزدیک تراویح میں معمول بہا نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے حنفیہ پر حجت قائم کرنا صحیح نہ ہوا

چوتھا جواب امام محمد بن نصر مروزی نے اپنی کتاب " قیام اللیل " میں ایک باب کا عنوان یہ قرار دیا ہے " باب عدد الرکعات التی یقوم بھا الامام للناس فی رمضان " یعنی باب ان رکعتوں کی تعداد کے بیان میں جنہیں امام لوگوں کے ساتھ رمضان میں پڑھے گا۔

اس باب میں وہ رکعات تراویح بتانے کے لئے بہت سی روایتیں لائے ہیں مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث کو جو سب سے زیادہ صحیح اور اعلیٰ درجہ کی ہے ذکر کرنا تو درکنار اشارہ تک نہیں کیا ہے۔ جس سے صاف صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں ہے بلکہ تہجد کے نوافل سے ہے۔

پانچواں جواب اس حدیث کے آخر میں ہے۔

قالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشة ان عینی تنامان ولا ینام قلبی الخ

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ سونے میں پہلے وتر پڑھنے کے ؟ سو فرمایا اے عائشہ رض بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا ۔

ظاہر ہے کہ کسی روایت میں نہیں کہ آپ آٹھ تراویح پڑھ کے سو گئے ہوں ۔ اور صحابہ رض انتظار میں بیٹھے رہتے ہوں ۔ البتہ گھر میں تہجد پڑھتے تھے اور اس میں کبھی کبھی وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں یعنی اتنام الخ ۔ علاوہ ازیں تراویح میں تو حضرت عائشہ رض عورتوں کی صف میں پیچھے مردوں کے کھڑی ہوں گی اگر آپ سوتے تو پہلے مردوں کو خبر ہوتی ۔ جب مردوں کو خبر نہیں تو تراویح کا معاملہ نہیں ۔ معلوم ہوا کہ تہجد کا واقعہ ہے ۔

چھٹا جواب

علاوہ ازیں قرطبی رہ نے حدیث عائشہ رض کو مضطرب نقل کیا ہے ۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رح کہتے ہیں ۔

قال القرطبی اشکلت روایات عائشۃ رض علی کثیر من اھل العلم حتی نسب بعضھم حدیثھا الی الاضطراب الخ (فتح الباری ج۳ ص ۱۹) ۔

یعنی اکثر اہلِ علم پر حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی مشکل ہوئی ہے ۔ حتی کہ بعض محدثین نے ان کی حدیث کو اضطراب کی طرف منسوب کیا ہے پس اس حدیث سے استدلال کرنا محکم ہے ۔

ساتواں جواب

اس حدیث عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مراد تہجد کے نوافل ہیں تراویح مراد نہیں ، اس لئے محدثین رہ نے اس پر تعدادِ تراویح کا باب منعقد نہیں کیا ۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث کئی جگہ وارد ہے ۔ مثلاً صفحہ ۱۵۴ میں " باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ "

اس جگہ قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل قرینہ ہے تہجد کا قیام رمضان تراویح کو کہتے ہیں اور قیام اللیل تہجد کو کہتے ہیں ۔ علاوہ ازیں سوال کیفیت سے ہے نہ کہ عدد سے جو کہ مقولہ کم سے ہے ۔ اور مثلاً صفحہ ۲۶۹ پر باب فضل من قام رمضان اس میں فضیلت بیان کرنا مقصود ہے نہ کہ عدد ۔ اور مثلاً صفحہ ۵۰۴ ، باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ اس میں بھی سونے کی کیفیت بیان کرنا ہے نہ کہ عدد تراویح ۔ اور مثلاً ص ۱۳۵ ج ۱ ۔ میں " باب ما جاء فی الوتر "

اس میں بیان ہے کہ وتر تین رکعت میں عدد تراویح کا بیان مقصود نہیں۔

كان يصلى احدى عشرة ركعة كانت تلك صلوته تعنى بالليل فيسجد السجدة من ذلك قدر ما يقرأ احدكم خمسين اية الخ

کس جماعت کے ساتھ نماز تہجد کو بیان کیا ہے۔ حدیث میں اس قسم کے اشارات بے شمار ہیں۔

حکمت وظهر لى ان الحكمة فى عدم الزيادة على احدى عشرة ان التهجد والوتر مختص بصلوة الليل وفرائض النهار الظهر وهى اربع والعصر وهى اربع والمغرب وهى ثلاث وتر النهار فناسب ان تكون صلوة الليل كصلوة النهار فى العدد جملة وتفصيلا الخ (فتح البارى ج ٣ ص ٢٨)۔

اور میرے لیے ظاہر ہوا کہ گیارہ رکعت پر زیادتی نہ ہونے میں حکمت یہ ہے کہ تہجد اور وتر رات کی نماز کے ساتھ خاص ہیں اور فرائض دن کے ظہر ہے اور وہ چار رکعت ہیں اور عصر ہے اور وہ چار رکعت ہیں۔ اور مغرب ہے اور وہ تین رکعت ہیں وتر دن کے۔

پس مناسب ہوا یہ کہ ہو رات کی نماز مثل دن کی نماز کے عدد میں (یعنی گیارہ رکعت تہجد)۔

اما مناسبة ثلاثة عشرة فبضم صلوة الصبح لكونها نهارية الى ما بعدها الخ (فتح البارى ج ٣، ص ١٧)

یعنی مناسبت تیرہ رکعت کی صبح کی نماز کو ملا لینے کے ساتھ بوجہ نہاری ہونے اس کے بعد کے ساتھ۔
حافظ ابن حجر عسقلانی رح کے اس نکتہ اور حکمت سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہ اور تیرہ رکعتیں نماز تہجد میں تھیں نہ کہ تراویح میں۔

تہجد اور تراویح کی نماز الگ الگ ہیں ایک نہیں

تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ ہیں ایک نہیں۔ دونوں میں فرق کئی وجوہ سے ہے۔

پہلی دلیل تہجد کی مشروعیت مکہ مکرمہ میں ہوئی ہے اور تراویح کی مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

دوسری دلیل — تہجد کی مشروعیت بنصِ قرآنی ہوئی ہے۔ فتهجد به نافلة لك. قم الليل الا قليلا ۔ اور تراویح کی مشروعیت حدیث سے۔ سننت لکم قیامه (نسائی)۔ میں نے تمہارے لئے قیام رمضان کو مسنون کیا

تیسری دلیل — تہجد کی رکعات بالاتفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ماثور ہیں۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ مع الوتر تیرہ اور کم از کم سات مع الوتر ہیں۔ بخلاف تراویح کے اس کا کوئی معین عدد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔ جیسا کہ پہلے گزرا ہے اسلئے ائمہ مجتہدین میں اختلاف ہے۔ کوئی بیس کہتا ہے کوئی چھتیس یا زائد کہتا ہے۔

چوتھی دلیل — حنبلی مذہب کی معتبر کتب فقہ میں مذکور ہے۔ چنانچہ مقنع میں ہے۔ ثم التراویح وهی عشرون رکعة یقوم بها فی رمضان فی جماعة ویوتر بعدها فی الجماعة فان کان له تهجد یوتر بعده . (مقنع ص ۱۸۴)۔

یعنی پھر تراویح ہے اور وہ بیس رکعت ہیں کہ اس کو باجماعت پڑھے۔ اور اگر وہ تہجد بھی پڑھتا ہو تو وتر تراویح کے بعد نہ پڑھے بلکہ تہجد کے بعد پڑھے۔ مقنع کے متعلق مصنف علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔

هذا کتاب فی الفقه علی مذهب ابی عبد الله محمد بن احمد بن حنبل رح الخ .

یعنی یہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق فقہ کی کتاب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد رح بھی تراویح اور تہجد کو الگ الگ سمجھتے تھے۔ امام بخاری رح کا بھی یہی عمل تھا۔ کیونکہ رات کے اول حصہ میں اپنے شاگردوں کو ساتھ لے کر باجماعت نماز پڑھتے تھے اور اس میں ایک ختم کرتے تھے اور سحری کے وقت اکیلے پڑھتے تھے۔

پانچویں دلیل — تہجد کا وقت سونے کے بعد ہوتا ہے اور تراویح کا وقت عشاء کے بعد ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح الگ الگ ہیں ایک نہیں ہیں۔

دوسری حدیث — حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ حدثنا محمد بن حمید الرازی ثنا یعقوب بن عبد الله ثنا عیسٰی بن جاریة عن جابر رضی الله تعالٰی عنه قال صلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان لیلۃ ثمان رکعات والوتر فلما کان من القابلۃ اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان یخرج الینا فلم نزل فیہ حتی اصبحنا قال انی کرھت اوخشیت ان یکتب علیکم الوتر الخ (قیام اللیل ، ص ۱۵۵)

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ایک رات میں آٹھ رکعت اور وتر پڑھے۔ پس جب کہ آئندہ رات ہوئی اور ہم جمع ہوئے مسجد میں اور امید کی ہم نے کہ آپ ہماری طرف نکلیں گے۔ پس ہم وہیں رہے یہاں تک کہ صبح کی ہم نے۔ فرمایا کہ میں نے مکروہ سمجھا اور تم پر خوف کیا کہ فرض کیا جائے وتر۔

جواب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنے والا ایک شخص ہے اور وہ عیسیٰ بن جاریہ ہے۔

عیسیٰ ابن جاریہؒ اس راوی کا حافظ ذہبی رحنے "میزان الاعتدال" میں اور حافظ ابن حجرؒ نے "تہذیب التہذیب" وغیرہ میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے۔ امام فن جرح و تعدیل یحییٰ بن معین رح نے اس کی نسبت لکھا ہے۔ لیس بذالک وہ قوی نہیں ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس کے پاس متعدد روایتیں منکر ہیں۔ اور امام نسائیؒ و امام ابوداؤد رح نے کہا ہے وہ منکر الحدیث ہے۔ امام نسائیؒ نے اس کو متروک بھی کہا ہے۔ اور ساجی عقیلی نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ اور ابن عدی رح نے کہا ہے کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں۔

یہ چند حضرات ہیں جنہوں نے عیسیٰؒ بن جاریہ پر جرح کی ہے اور ان کے مقابل صرف ایک ابو زرعہؒ ہیں جنہوں نے عیسیٰ کو لاباس کہا ہے۔ (اس میں کوئی مضائقہ نہیں) اور دوسرے ابن حبان رح ہیں جنہوں نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ لہذا عیسیٰ مجروح قرار پائے گا۔ بالخصوص جب کہ عیسیٰ پر جو جرحیں کی گئی ہیں وہ بہت سخت ہیں۔ چنانچہ امام نسائیؒ و ابوداؤد رح نے اس کو منکر الحدیث لکھا ہے۔ اور مولانا عبدالرحمن صاحب مبارک پوری رح اہلحدیث نے "ابکار المنن" میں سخاوی رح کے حوالہ سے بغیر رد کد کے یہ لکھا ہے۔

منکر الحدیث وصف فی الرجل یستحق بہ الترک لحدیثہ۔ (ابکار المنن ص۱۲۵)

یعنی منکر الحدیث ہونا آدمی کا ایسا وصف ہے کہ وہ اس کی وجہ سے اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ

اس کی حدیث ترک کر دی جاتی ہے اس سے حجت نہ پکڑی جائے اور قبول نہ کی جائے، اس لئے عیسیٰ کی یہ روایت قابل قبول نہیں۔ بالخصوص جب کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کرنے میں عیسیٰ متفرد ہے۔ دوسرا کوئی اس کا مؤید و متابع موجود نہیں ہے۔ اور نہ کسی دوسرے صحابی کی حدیث اس کی شاہد ہے۔ جابر رض سے متفرد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ امام طبرانی رح نے عیسیٰ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے

لا یروی عن جابر بن عبد اللہ الا بھذا الاسناد ۔

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بجز اس سند کے کسی دوسری سند سے یہ حدیث مروی نہیں ہے۔

اس سند کا دوسرا راوی

محمد بن حمید الرازی ہے "تقریب" میں ہے کہ حافظ نے اس کی تضعیف کی ہے (تقریب)

غرضیکہ یہ حدیث ضعیف ہے دو وجہ سے۔ ایک عیسیٰ بن جاریہ کی وجہ سے کہ اس پر جرح قوی ہے۔ دوسرے محمد بن حمید الرازی کی وجہ سے۔ اس لئے کہ یہ ضعیف راوی ہے۔

حضرت جابر رض کی دوسری روایت

وبہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ جاء ابی بن کعب فی رمضان فقال یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، کان منی لیلۃ شیء قال وما ذلک یا ابی قال نسوۃ داری قلن انا لا نقرأ القرآن فنصلی خلفک بصلوتک فصلیت بھن ثمان رکعات و الوتر فسکت عنہ وکان شبہ الرضاء الخ۔

(قیام اللیل: ص ۹۰)

اسی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رمضان میں حاضر ہو کر کہا کہ مجھ سے رات میں ایک بات ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا کہا۔ گھر کی عورتوں نے مجھ سے کہا کہ ہم نے قرآن نہیں پڑھا ہے تو ہم بھی تمہارے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ میں نے ان کو آٹھ رکعتیں پڑھائیں اور وتر بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا اور یہ بات رضامندی کے مشابہ تھی۔

جواب

اس کا جواب اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی سند بعینہ یہی ہے۔ جس میں عیسیٰ بن جاریہ واقع ہے اور اس پر کلام گزر چکا ہے۔ یعنی یہ راوی مجروح ہے۔ لہٰذا یہ روایت

ضعیف ہے۔

یہاں تک یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف باجماعت تراویح تین رات ثابت ہوئی ہیں۔ اور ان میں کوئی عدد متعین تراویح کا منقول نہیں ہے۔ لہٰذا عدد میں صحابہ رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اثر گیارہ تراویح کا تھا جو سائب بن یزید سے منقول ہے۔

اہل حدیث کا دوسرا دعویٰ

اس کے ثبوت کے لئے مسند جو ذیل حدیث پیش کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ رکعت کا حکم کیا تھا۔

تیسری حدیث مالك عن محمد بن يوسف عن سائب بن يزيد انه قال امر عمر بن الخطاب ابي بن كعب وتميم الداري ان يقوما للناس باحدى عشرة ركعة الخ

(قیام اللیل ص ۹۱ - مؤطا امام مالک ص ۹۰ مطبع اصح المطابع)

یعنی امام مالک رحمہ روایت کرتے ہیں سائب بن یزید رضی سے اور وہ کہتے ہیں۔ امر کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہ تراویح پڑھاویں لوگوں کو گیارہ رکعت۔ انتہی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

پہلا جواب سائب بن یزید رضی سے نقل کرتے ہیں محمد بن یوسف رحمہ۔ اور ان کے شاگرد پانچ ہیں ۱: امام مالک رحمہ۔ ۲: یحییٰ بن قطان رحمہ۔ ۳: عبد العزیز ابن محمد رحمہ۔ ۴: ابن اسحاق رحمہ۔ ۵: عبد الرزاق رحمہ۔ اور پانچوں میں اختلاف ہے۔

۱: امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔ کیا عمل ہوا اس کا کوئی ذکر نہیں اور اس میں رمضان کا بھی ذکر نہیں۔

۲: یحییٰ بن قطان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی نے ابی رضی و تمیم رضی پر لوگوں کو جمع کیا پس وہ دونوں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس میں حضرت عمر رضی کے حکم کا ذکر نہیں ہے اور رمضان کا بھی

ذکر نہیں۔

۳ ۔ عبدالعزیز بن محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے (اس میں حکم کا ذکر ہے، نہ ابی بن کعب رض و تمیم رض کا، نہ رمضان کا)۔

۴ ۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رض کے زمانہ میں بماہ رمضان تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ (اس میں بھی حضرت عمر رض کے حکم اور ابی رض اور تمیم رض کا ذکر نہیں ہے۔ گیارہ کی بجائے تیرہ کا ذکر ہے)۔

۵ ۔ عبدالرزاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رض نے اکیس رکعت کا حکم دیا۔ (اس میں گیارہ کی بجائے اکیس کا ذکر ہے۔

سائب بن یزید

محمد بن یوسف رح

امام مالکؒ	یحییٰ بن قطانؒ	عبدالعزیز بن محمدؒ	ابن اسحاقؒ	عبدالرزاقؒ
حضرت عمر رض نے ابی بن کعب رض اور تمیم داری رض کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں	حضرت عمر رض نے ابی رض اور تمیم رض پر لوگوں کو جمع کیا پس وہ دونوں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے	ہم حضرت عمر رض کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے	ہم حضرت عمر رض کے زمانہ میں بماہ رمضان تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے	حضرت عمر رض نے اکیس رکعت کا حکم دیا تھا

جب اس اختلاف میں سوائے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے گیارہ کا امر ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یحییٰ بن قطان رح کی روایت میں گیارہ کا امر نہیں اور عبدالعزیز بن محمد رح کی روایت میں نہ گیارہ کا امر ہے اور نہ رمضان کا ذکر ہے اور ابن اسحاق رح بجائے گیارہ کے تیرہ رکعت ذکر کرتے ہیں۔ اور عبدالرزاقؒ کی روایت میں اکیس رکعت ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ سے خود راوی حدیث ابن اسحاق رح تیرہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ ابن عبدالبر مالکی رح نے اکیس کو ترجیح دی ہے۔ لہٰذا عدد کے بارے میں یہ مضطرب ہے اور

قابل حجت نہیں۔

دوسرا جواب ــــ یہ محمد بن یوسف رح راوی سائب بن یزید رح کے طریق میں گفتگو تھی۔ اب محمد بن یوسف رح کے ساتھی یزید بن خصیفہ رح کی روایت سائب بن یزید رض سے سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ میں یہ ہے۔

عن ابی ذئب عن یزید بن خصیفة عن سائب بن یزید قال

کان یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رض فی شهر رمضان

بعشرین رکعة الخ

یعنی ابی ذئب روایت کرتے ہیں یزید بن خصیفہ سے کہ سائب بن یزید رح فرماتے ہیں کہ عہد فاروقی میں ان کے زمانہ کے لوگ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

اس اثر کی سند کو امام نووی رح، امام عراقی رح، امام سیوطی رح وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھو (تحفۃ الاخیار، ص ۱۹۲۔ اور ارشاد الساری تحفۃ الاحوذی، ص ۷۵)۔

اس روایت میں یزید کے شاگرد ابی ذئب ہیں اور یہی بات یزید سے ان کے دوسرے شاگرد محمد بن جعفر نے نقل کی ہے اور وہ روایت امام بیہقی کی دوسری کتاب " معرفۃ السنن والاثار " میں ہے۔ اس کی سند کو علامہ سبکی رح نے " شرح منہاج " میں اور ملا علی قاری رح نے شرح موطا میں صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھو تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۵۔

دیکھئے یزید کے دونوں شاگرد متفق اللفظ ہو کر یزید سے اور یزید حضرت سائب رض سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ عہد فاروقی رض میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔ برخلاف محمد بن یوسف رح کے کہ ان کے پانچ شاگرد سائب رح کا بیان پانچ طرح نقل کرتے ہیں۔

ایسی حالت میں اصول و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یزید بن خصیفہ رح کی روایت پر اعتماد کیا جائے۔ مگر اہل حدیث نے محمد بن یوسف رح کی مختلف فیہ اور مشکوک روایت پر اعتماد کر کے انصاف کا جنازہ نکال دیا ہے۔

بیس تراویح کا ثبوت

پہلی حدیث

عن العرباض بن ساریۃؓ قال فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ الخ (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)۔

یعنی تم میری سنت کو اور سنت خلفاء راشدین ومہدیین کو لازم پکڑو اور اس پر عمل کرو۔ اور داڑھوں سے مضبوط پکڑو۔

اس حدیث میں سنتِ خلفاء کا عطف سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے جو مقتضی اس امر کو ہے کہ خلفاء خواہ سنتِ نبوی کو بیان کریں خواہ مسائل اجتہادیہ میں اجتہاد کریں۔ بہر صورت خلفاء کی اتباع لازم ہے۔ اس لئے کہ علیکم کلمہ لزوم کا ہے۔ تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ سنتِ نبوی اور سنتِ خلفاء ..... دونوں کے ساتھ لگتا ہے۔

اور بقول بعض علماء کے خلفاء سے مراد عام ہے۔ شیخ مولانا عبدالغنی صاحب رح محدث دہلوی مہاجر مکی لکھتے ہیں۔

ومن العلماء من عمم کل من کان علی سیرتہ علیہ السلام من العلماء والخلفاء کالائمۃ الاربعۃ المتبوعین المجتہدین والائمۃ العادلین کعمر بن عبد العزیز کلھم مورد لھذا الحدیث۔ (انجاح الحاجۃ ص ۵)۔

یعنی جو علماء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہیں جیسے چاروں امام (امام ابوحنیفہ رح امام مالک رح، امام شافعی رح، امام احمد بن حنبل رح) اور عادل حکام جیسے عمر بن عبد العزیز رح سب اس حدیث کا مصداق ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع لازم ہے ایسے ہی سنتِ خلفاء راشدین کی اتباع ضروری ہے بلکہ بعض علماء کے ہاں جمہور مجتہدین کی اتباع لازم ہے۔ اب جمہور صحابہ کرام رض (تابعینؒ وتبع تابعینؒ) جمہور مجتہدین رح (مقلدین ائمہ اربعہؒ) وعمر بن عبد العزیز رح

بیس تراویح سے کم نہیں پڑھتے تھے۔ تو بیس تراویح سے کم پڑھنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت خلفاء راشدین کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد قول ہے۔ کہ تم میری سنت اور خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلفاء راشدین کے قول اور فعل کی پیروی کی بھی ضروری ہے کیونکہ یہ بھی سنت ہے۔

خلفاء راشدین کا عمل سنت ہے

بدر الدین عینی حنفیؒ " بنایہ شرح ہدایہ " میں لکھتے ہیں۔

سیرۃ العمرین لا شك فی ان فی فعلها ثواب وفی ترکها عقاب لانا امرنا بالاقتداء بهما لقوله علیه الصلوۃ والسلام اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر وعمر فاذا کان الاقتداء مامور به یکون واجبا وتارك الواجب یستحق العقاب والعتاب الخ (مجموعۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۱۵)۔

یعنی اس میں شک نہیں کہ افعال حضرت ابوبکر رضؓ وحضرت عمر رضؓ کا اتباع کرنا ثواب ہے اور اس کے ترک میں عذاب ہے کیونکہ ہمیں ان دونوں حضرات کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

" اقتداء کرو ان دو آدمیوں کی جو میرے بعد ہیں۔ یعنی حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ۔"
پس ان کی اقتداء مامور بہ اور واجب ہے۔ اور واجب کے ترک کرنے والا عقاب اور عتاب کا مستحق ہے۔"

۲ ۔ اور کمال الدین بن ہمام رحؒ " تحریر الاصول " میں لکھتے ہیں۔

قسم الحنفیۃ العزیمۃ الی فرض ما قطع بلزومه وواجب ماظن وسنۃ الطریق الدینیۃ منه علیه الصلوۃ والسلام والخلفاء الراشدین او بعضهم الخ

یعنی حنفیہ نے عزیمت کی تقسیم فرض کی جانب کی ہے جس کے لزوم کا ذکر ہو۔ اور واجب کی جانب جس میں غلبہ ظن ہو۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضؓ کی دینی سنت کی جانب۔

۳ ؛ اور مولانا عبد العلی رح بحر العلومؒ "شرح تحریر" میں لکھتے ہیں۔

ینبغی ان یراد اعم من ان یکون طریقۃ دینیۃ مستمرۃ فی الدین عنہ صلی اللہ علیہ وسلم بان باشرہ اولا بان استمر الناس علیہا باذنہ او باذن الخلفاء۔

(مجموعۃ الفتاوی ج۱ ص ۲۱۵)

یعنی لائق ہے کہ عام مراد لی جائے۔ خواہ دینی طریقہ ہو جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا عملدرآمد رہا ہو۔ آپ نے خود اس پر عمل فرمایا ہو یا نہیں بلکہ لوگ آپ کے یا خلفاء کے حکم سے اس کے پابند رہے ہوں۔

۴ ؛ تبیین شرح حسامی میں ہے۔

وفی عرف الشرع یراد بہا طریقۃ الدین اما للرسول او للصحابۃ حتی یقال سنۃ الرسول او سنۃ الخلفاء الراشدینؓ

(مجموعۃ الفتاوی ج۱، ص ۲۱۷)

اور عرف شرع میں سنت طریقۂ دین کو کہتے ہیں خواہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یا صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا ہو یہاں تک کہا جاتا ہے کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور یہ خلفاء راشدین رضؓ کی سنت ہے۔

غرضیکہ سنت کا اطلاق عام ہے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور سنت خلفاء راشدین پر۔ تو بیس تراویح سنت خلفاء راشدین ہے اور بیس رکعت سے کم سنت خلفاء نہیں۔

دوسری حدیث — عن یزید بن خصیفۃ عن سائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمرؓ بن الخطاب فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ و قال کانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتوکؤن علی عصیہم فی عہد عثمانؓ بن عفان من شدۃ القیام۔ (رواہ البیہقی: ج۲، ص ۴۹۶)۔

یعنی یزید بن خصیفہ رح کہتے ہیں کہ حضرت سائب بن یزید رح فرماتے ہیں کہ سب لوگ رمضان کے مہینہ میں حضرت عمر بن خطاب رضؓ کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھتے تھے اور کہا کہ لوگ پڑھتے تھے۔

(سنتے تھے) مسکین آخر عثمان بن عفان رضہ کے عہد میں لہذا اپنی لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے بوجہ قوت ہونے قیام کے ۔

شبہ اس حدیث میں ایک راوی ابوعبداللہ بن فنجویہ دینوری ہے اور اس کا حال معلوم نہیں کہ ثقہ ہے یا نہیں ؟

جواب ابوعبداللہ بن فنجویہ رح کے بارے میں ذہبی رح نے مرنے والے مشاہیر ۴۱۴ھ میں یوں ذکر کیا ہے ۔

والمحدث ابوعبد اللہ الحسین بن محمد بن الحسین بن عبد اللہ بن فنجویہ الثقفی الدینوری النیشا فوری ۔ الخ ۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۴۴)

یعنی ابن فنجویہ کو لفظ محدث سے یاد کیا ہے ۔ اور ابن اثیر جزری نے لکھا ہے ۔

" عرف بہا ابوعبد اللہ الحسین بن محمد بن الحسین فنجویہ الفنجوی الدینوری الحافظ روی عن ابی الفتح محمد بن الحسین الازدی الموصلی وابی بکر بن مالک القطعی وغیرہما روی عنہ ابواسحاق الثعلبی فاکثر فی تفسیرہ ویذکر کثیرا فیقول اخبرنا الفنجوی الخ

یعنی اس نسبت فنجوی کے ساتھ حافظ ابوعبداللہ حسین مشہور و معروف ہے ۔ وہ ابوالفتح ازدی اور ابوبکر قطعی وغیرہ سے حدیثیں روایت کرتے ہیں اور ان سے ابواسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں بکثرت روایات نقل کی ہیں اور وہ ان کا ذکر بہت کرتا ہے ۔ اور یوں کہتا ہے کہ ہم کو فنجوی رح نے خبر دی ۔

اور سمعانی نے برہان دینوری رح کے شاگردوں میں اس کا نام لیا ہے ۔ اور امام بیہقی رح نے اپنی سنن میں ان سے بکثرت روایت کی ہے ۔

جب ذہبی رح ابن فنجویہ رح کو محدث لکھ رہے ہیں اور ابن اثیر جزری رح اس کو مشہور و معروف اور حافظ لکھ رہے ہیں ۔ اور ابوالفتح رح اور ابوبکر بن مالک قطعی رح وغیرہما سے یہ روایت کر رہے ہیں اور اس سے روایت ابواسحاق ثعلبی رح کر رہے ہیں ۔ تو اب ثقہ اور عادل ہونے میں کیا

شک وشبہ رہا۔

مقدمہ ابن الصلاح اصول حدیث کی مشہور کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں۔

عدالۃ الراوی تارۃ تثبت بتنصیص المعدلین علی عدالتہ وتارۃ تثبت بالاستفاضۃ فمن اشتہرت عدالتہ بین اھل النقل او نحوھم من اھل العلم وشاع الثناء علیہ بالثقۃ و الامانۃ استغنی فیہ بذلک عن بینۃ شاھدۃ بعدالۃ تنصیصا ھذا ھو الصحیح فی مذھب الشافعی رح وعلیہ الاعتماد فی فن اصول الفقہ۔ (ص۱۰۴)

یعنی راوی کی عدالت کبھی ثابت ہوتی ہے کہ دو عادل اس کی عدالت پر تصریح کر دیں اور کبھی ثابت ہوتی ہے ساتھ شہرت اور استفاضہ کے۔ پس جس کی عدالت اہل علم کے درمیان مشہور ہو اور اس پر ثقہ ہونے کی اور امین ہونے کی تعریف شائع ہو تو وہ مستغنی ہوتا ہے ایسے بینہ سے جو اس کی عدالت پر صراحتہً شاہد ہو۔ یہی صحیح ہے مذہب شافعی رح میں اور اسی پر اعتماد ہے۔ فن اصول فقہ میں۔ بلکہ حافظ ابو عمرؒ بن عبد البر رح نے تو اور توسیع کر کے یہاں تک کہہ دیا ہے۔

کل حامل علم معروف العنایۃ بہ فھو عدل محمول فی امرہ ابدا علی العدالۃ حتی یتبین الجرحۃ الخ (مقدمہ، ص۱۰۴)۔

یعنی ہر صاحب علم جس کا اشتغال علم کے ساتھ معروف ہو عادل ہے اور ہمیشہ عادل قرار دیا جائے گا جب تک اس پر جرح ثابت نہ ہو۔

اس روایت پر جرح محض تعصب ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ عہد عثمان غنی رض میں بوجہ طویل قیام کے لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔

اس حدیث کو بیہقیؒ نے معرفت میں بالاسناد الصحیح روایت کیا ہے۔ نووی رح نے خلاصہ میں اور ابن العراقی رح نے شرح تقریب میں۔ اور سیوطی رح نے مصابیح میں کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔

تیسری حدیث

عن یزید بن رومان رح انہ قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب رض فی

رمضان بثلاث وعشرين رکعۃ۔ (رواہ مالک اسنادہ قوی) بیہقی

ج ۲، ص ۴۹۶)۔

یعنی یزید بن رومان رحمہ کہتے ہیں کہ سب لوگ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں رمضان میں تیئیس رکعت پڑھتے تھے۔

شبہ:۔ یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل حجت نہیں ہے۔

پہلا جواب: یہ حدیث امام مالکؒ کے مؤطا میں منقول ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مؤطا کے متعلق "حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۰۶، ج ۱" میں فرمایا ہے۔

قال الشافعی رح اصح الکتب بعد کتاب اللہ مؤطا امام مالک رح واتفق اھل الحدیث علی ان جمیع ما فیہ صحیح علی رأی مالکؒ ومن وافقہ واما علی رأی غیرہ فلیس فیہ مرسل ولا منقطع الا قد اتصل السند بہ من طرق اخری وقد صنف فی زمان مالک رح موطات کثیرۃ فی تخریج احادیثہ ووصل منقطعہ مثل کتاب ابن ابی ذئب وابن عیینہ والثوری ومعمر الخ

یعنی امام شافعی رح نے فرمایا کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب مؤطا امام مالک رح ہے اور محدثین کا اتفاق ہے کہ اس میں جتنی روایتیں ہیں سب امام مالک رح اور اس کے موافقین کی رائے پر صحیح ہیں (اس لئے کہ وہ لوگ مرسل کو بھی صحیح اور مقبول مانتے ہیں۔ دوسروں کی رائے پر اس میں کوئی مرسل یا منقطع ایسی نہیں ہے کہ دوسرے طریقوں سے اس کی سند متصل نہ ہو اور امام مالک رح کے زمانہ میں مؤطا کی حدیثوں کی تخریج کے لئے اور اس کے منقطع کو متصل ثابت کرنے کے لئے بہت سے مؤطا تصنیف ہوئے جیسے ابن ابی ذئب، ابن عیینہ رح ثوری رح اور معمر رح کی کتابیں۔

دوسرا جواب: مرسل کے قبول وعدم قبول میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک رح اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ مطلقاً مقبول ہے۔ لہٰذا ان حضرات کے مسلک کی بناء پر تو اس اثر کا مرسل ہونا کچھ مضر نہیں ہے۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک اگرچہ مرسل مقبول نہیں ہے مگر وہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ جب کسی مرسل کی تائید کسی دوسری مسند یا مرسل سے ہوتی ہو اور وہ مسند یا مرسل دوسرے طریق اسناد سے مروی ہو تو مقبول ہے۔ چنانچہ ابن حجرؒ شرح نخبۃ الفکر ص ۵۰ میں فرماتے

وقال الشافعی رح یقبل اذا اعتضد بمجیئہ من وجہ اٰخر یباین الطریق الاولیٰ مسندا کان او مرسلاً الخ ۔

اور شیخ الاسلام زکریا انصاری رح نے یہ تعمیم بھی کی ہے کہ مرسل کا مؤید گو ضعیف ہو تب بھی مرسل مقبول ہو جائے گی ۔ (حاشیہ شرح نخبہ) ۔

خطیب بغدادی رح "کفایہ ص ۴۲۳" میں لکھتے ہیں ۔

فقال بعضھم انہ مقبول و یجب العمل بہ اذا کان المرسل ثقۃ عدلا وھذا قول مالک و اھل المدینۃ وابی حنیفۃ رح و اھل العراق وغیرھم ۔

جب یہ ذہن نشین ہو چکا تو سنئے کہ یزید بن رومان رح کا یہ اثر اگرچہ مرسل ہے مگر اس کی تائید دوسرے کئی مرسلوں سے ہوتی ہے ۔ جو عنقریب مذکور ہوں گے ۔ لہٰذا بالاتفاق مقبول اور حجت ہے ۔ علاوہ اس کے ہمارا اصل استدلال سائب رح کی حدیث سے ہے ۔ اور یزید بن رومان رح کا اثر تائید کے لئے پیش کیا گیا ہے ۔

چوتھی حدیث

عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب رض امر رجلا یصلی بھم عشرین رکعۃ رواہ ابوبکر ابن ابی شیبہ رح فی مصنفہ اسنادہ مرسل قوی ۔

یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا ایک آدمی کو کہ لوگوں کو بیس رکعتیں تراویح پڑھائیں ۔

پانچویں حدیث

عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینۃ عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ اسنادہ مرسل قوی ۔

یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان میں لوگوں کو مدینہ طیبہ میں بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر پڑھاتے تھے ۔

○

چھٹی حدیث
عن عطاء قال ادرکت الناس وھم یصلون ثلاثا و عشرین رکعۃ بالوتر۔ (رواہ ابن ابی شیبہ اسنادہ حسن)۔

یعنی عطاؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سب لوگ تراویح کی نماز تیئس رکعت مع وتر کے پڑھتے تھے۔

ساتویں حدیث
عن ابی الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلۃ فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعۃ۔ (رواہ البیہقی، ج ۲، ص ۴۹۶۔ اسنادہ حسن)۔

یعنی ابو الخصیب رحؒ کہتے ہیں کہ ہمیں سوید بن غفلہ رح ماہ رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

آٹھویں حدیث
عن نافع بن عمر قال کان ابن ابی ملیکۃ یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعۃ (رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ اسنادہ صحیح)۔

یعنی نافع بن عمر رح کہتے ہیں کہ رمضان میں ابن ابی ملیکہ ہم کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

نویں حدیث
عن سعید بن عبید ان علی بن ربیعۃ کان یصلی بھم فی رمضان خمس ترویحات ویوتر بثلاث (اخرجہ ابوبکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ واسنادہ صحیح)۔

یعنی سعید بن عبید رح سے مروی ہے کہ علی بن ربیعہ رح انہیں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

دسویں حدیث
عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر الخ (ابن ابی شیبہ والبیہقی، ج ۲، ص ۴۹۶)

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس تراویح اور وتر پڑھاتے تھے۔

شبہ اس حدیث کا ایک راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان رح ہے اور وہ مجروح راوی ہے اس لئے اس کی یہ روایت ضعیف قرار دی گئی ہے۔

جواب ابراہیم کو مجروح ثابت کرنے میں کچھ مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہے۔ دیکھئے ابن عدی رح ابراہیم کے متعلق کہتا ہے۔

له احادیث صالحة وهو خیر من ابراهیم بن ابی حیة (تہذیب ج ۱ ص۱۴۵)

اس (ابراہیم) کی حدیثیں درست بھی ہیں اور ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے۔ اور یزید بن ہارون رح جو امام بخاری رح کے استاذ الاستاذ اور نہایت ثقہ ہیں اور زبردست حافظ حدیث تھے۔ ابراہیم رح کے بڑے مداح تھے فرماتے تھے۔

ما قضى على الناس يعني في زمانه اعدل في قضاء منه الخ (تہذیب)

یعنی ہمارے زمانہ میں ان سے زیادہ عادل کوئی قاضی نہیں ہوا۔

تنبیہ یزید رح سے بڑھ کر ابراہیم کا پرکھنے والا اور ان کے حالات سے باخبر ان جارحین میں کوئی بھی نہیں ہے اس لئے کہ یزید رح ان کے محکمہ میں کاتب یعنی ان کے منشی تھے۔ اس لئے یزید رح کی شہادت ابراہیم کے علم اور دیانت داری دونوں پر زبردست شہادت ہے۔

راوی کی عدالت اور کسی راوی کی روایت کو قبول کرنے کے لئے دو باتیں لازمی طور پر دیکھی جاتی ہیں ایک تدین اور دوسرے اس کی قوت حافظہ۔ پس اس شہادت کے بعد ابراہیم کے تدین میں تو کوئی شک نہیں رہتا۔ اب رہی قوت حافظہ۔ تو ابن عدی رح کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیم کا حافظہ بھی بہت زیادہ خراب نہ تھا۔ اس لئے کہ ابن عدی رح نے اقرار کیا ہے کہ ابراہیم رح کی مرویات میں درست اور ٹھیک حدیثیں بھی ہیں۔

بہرحال ہم کو اتنا تسلیم ہے کہ ابراہیم رح ضعیف راوی ہے۔ اس کی وجہ سے یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اور ابراہیم رح کی حدیث چاہے اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہو مگر اس لحاظ سے وہ بہت قوی اور ٹھوس ہے کہ عہد فاروقی رض کے مسلمانوں کا علانیہ عمل بھی اسی کے موافق ثابت ہوتا ہے۔ اور ہر چہار ائمہ مجتہدین کے اقوال بھی اسی کے مطابق ہیں اور عہد فاروقی رض کے بعد سے ہمیشہ امت کا عمل بھی بلا اضافہ یا اضافہ کے ساتھ اسی کے موافق رہا ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم نے ایک موقعہ پر اعتراف کیا ہے کہ بعض ضعیف ایسے ہیں

جماعت کی تکثیر بالقبول سے رفع ہو گئے ہیں۔ الخ (اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء)

گیارہویں حدیث

ورویناعن شتیر بن شکل وکان من اصحاب علی رضی اللہ عنہ انہ کان یؤمہم فی رمضان بعشرین رکعۃ والوتر بثلاث وفی ذلک قوۃ الخ

(بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)۔

یعنی شتیر بن شکل سے روایت ہے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے وہ رمضان میں بیس رکعت کے ساتھ امامت کراتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے اور اس میں قوت ہے۔ بیہقیؒ نے اخیر عبارت میں تصریح کر دی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر قوی ہے۔

عن ابی عبد الرحمن السلمی عن علی رضی اللہ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامر منہم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ قال وکان علی رضی اللہ عنہ یوتر بہم وروینا ذلک عن وجہ آخر عن علی رضہ (بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)۔

یعنی ابو عبد الرحمن سلمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے قراء کو رمضان میں بلا کر ان میں سے ایک آدمی کو امر کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھانے بیس رکعت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وتر خود پڑھاتے اور یہ روایت حضرت علیؓ سے دوسرے طریق سے بھی آئی ہے۔ پہلے اثر علی رضہ کو قوی بتلایا۔ اور دوبارہ کہا دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔ تو مجموعہ اتنا قوی تر ہو گیا کہ اس میں کلام کی گنجائش ہی نہیں دوسرا طریق اگرچہ ضعیف ہو تب بھی اس کے لئے مؤید ہونا کوئی مضر نہیں۔ دوسرا طریق یہ ہے۔

عن عمرو بن قیس عن ابی الحسناء ان علیاً امر رجلا یصلی بہم عشرین رکعۃ الخ

(مصنف ابن ابی شیبہ کذا فی الجوہر النقی بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)۔

یعنی ابی الحسناء سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو امر کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے بیس رکعت۔

ابی الحسناء اگرچہ ضعیف راوی ہے مگر اس کا ضعف حدیث کے مؤید ہونے کو مضر نہیں ہے۔

ھذا الحدیث وان کان ضعیفا لکن معتضد بتعدد طرقہ الخ (ابکار المنن ص ۱۹۵)

یعنی یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے۔ لیکن وہ تعدد طرق کے ساتھ مجبر ہے۔

ولو سلم ان کلها ضعیفة فهی مجموعها تبلغ درجة الحسن الخ

(ابکار المنن : ص ۱۳۱)۔

یعنی اگر تسلیم کر لیا جائے کہ حدیث کے سارے طرق ضعیف ہیں تو وہ مجموعی حیثیت سے درجۂ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔

شبہ ابوالحسناءؒ کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ ابوالحسناءؒ مجہول راوی ہے لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

جواب اصول حدیث کا مسئلہ ہے کہ جس شخص سے دو راوی روایت کریں تو وہ شخص مجہول الذات نہیں ہوتا۔ لہٰذا جب ابوالحسناءؒ سے ابوسعدؒ اور عمرو بن قیسؒ دو شخص روایت کرتے ہیں تو وہ مجہول کیسے ہوا۔ اس کو تو مستور کہتے ہیں۔ اور مستور کی روایت ایک جماعت کے نزدیک مقبول ہے اور جمہور کے نزدیک اگر اس کا کوئی مؤید ہو تو مقبول ہے اور اس کا مؤید ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ موجود ہے۔

شبہ ابوالحسناءؒ کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لقاء ثابت نہیں لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔

جواب ابوالحسناءؒ دو ہیں۔ ایک وہ ہے جو حکم بن عتیبہؒ سے روایت کرتے ہیں۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد کے شاگرد ہیں۔ اور اس سے شریک نخعی روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب میں اس کی تصریح ہے۔ دوسرا ابوالحسناء وہ ہے جس سے ابوسعد بقالؒ اور عمرو بن قیسؒ روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے لہٰذا جب دونوں کے شاگرد اور استاد الگ الگ ہیں تو دونوں ایک کیسے ہوئے؟

بارہویں حدیث وقال محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی رمضان عشرین رکعة یطیلون فیها القراءة ویوترون بثلاث الخ

(قیام اللیل ، ص ۹۱)

یعنی محمد بن کعب القرظیؒ سے مروی ہے۔ کہ سب لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں تراویح بیس رکعت پڑھتے تھے۔ لمبا کرتے تھے ان میں قرأت کو اور وتر تین رکعت

پڑھتے تھے۔

تیرہویں حدیث قال الاعمش کان عبد اللہ بن مسعودؓ یصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث ۔ الخ (قیام اللیل ، ص ۹۱)

یعنی اعمش رح کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے

چاروں امام بیس تراویح سے کم کے قائل نہ تھے

۱ : فالمسنون عند ابی حنیفۃ رح والشافعی رح واحمد رح عشرون رکعۃ وحکی عن مالک رح ان التراویح ست وثلاثون (کذا فی رحمۃ الامۃ مکہ)

یعنی مسنون تراویح بیس رکعت ہیں امام ابوحنیفہ رح اور امام شافعی رح اور امام احمد رح کے نزدیک۔ اور حکایت کیا گیا ہے امام مالک رح سے کہ تراویح چھتیس رکعت ہیں۔

۲ : فاختار مالکؒ فی احد قولیہ وابوحنیفۃ رح والشافعی رح واحمد رح وداؤد رح القیام بعشرین رکعۃ سوی الوتر وذکر ابن القاسمؒ عن مالک رح انہ کان یستحسن ستا وثلاثین رکعۃ والوتر ثلاث رکعات (بدایۃ المجتہد)۔ (ج ۱ ، ص ۲۱۰)۔

یعنی امام مالک رح نے اپنے دو قولوں میں سے ایک میں اور امام ابوحنیفہ رح اور امام شافعی رح امام احمدؒ اور امام داؤد ظاہری رح نے بیس رکعت تراویح کا قیام پسند کیا ہے اور تین رکعت وتر اس کے علاوہ۔ اور ابن القاسم رح نے امام مالک رح سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کے قیام کو مستحسن سمجھتے تھے۔

وذکر ابن القاسم رح عن مالک رح انہ الامر القدیم یعنی القیام بست وثلاثین رکعۃ الخ

یعنی ابن القاسم رح (شاگرد امام مالک رح) نے امام مالکؒ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھتیس رکعت کا قیام قدیم معمول ہے۔ ابن رشد مالکی رح کے اس کلام سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ امام مالکؒ نے بھی بیس تراویح کو پسند کیا ہے۔ اس کی مزید تائید قسطلانی رح کی اس نقل سے ہوتی ہے۔

وقد قال المالكية انها كانت ثلاثة وعشرين ثم جعلت تسعا وثلاثين ۔

یعنی مالکیہ نے کہا ہے کہ تراویح کی رکعتیں مع وتر تئیس تھیں پھر وہ مع وتر انتالیس کر دی گئیں ۔
دوسرا انہوں نے صرف امام مالکؒ کے دو قول بتلاتے ہیں ۔ ایک بیس رکعت کا دوسرا چھتیس کا ۔ اور گیارہ رکعت کے قول کو اپنے مذہب کی روایات میں اتنا کمزور سمجھا کہ اس کو قابل شمار قرار نہیں دیا ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ چاروں امام بیس رکعت تراویح پر متفق ہیں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے ۔

فقہائے کے کلام سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت

واختلف اهل العلم في قيام رمضان فرأى بعضهم ان يصلي احدى واربعين ركعة مع الوتر وهو قول اهل المدينة والعمل على هذا عندهم بالمدينة واكثر اهل العلم على ما روي عن علي رضـ وعمر رضـ وغيرهما من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم عشرين ركعة وهو قول سفيان الثوري رحـ وابن المبارك رحـ والشافعي رحـ وقال الشافعي رحـ وهكذا ادركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة وقال احمد روي في هذا الوان لم يقض فيه بشيء وقال اسحاق بل نختار احدى واربعين ركعة على ما روي عن ابي بن كعب رضـ الخ

(ترمذی شریف ، ج ۱ ، ص ۱۱۲)

یعنی قیام رمضان میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے ۔ سو بعض قائل ہیں اکتالیس رکعت مع الوتر کے یہی قول ہے اہل مدینہ کا ہے اور عمل بھی اسی پر ہے مدینہ میں ۔ اور اکثر اہل علم بیس رکعت کے قائل ہیں ۔ موافق اس کے حضرت علی رضـ وحضرت عمر رضـ وغیرہما اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور یہی سفیان ثوری رحـ اور عبد اللہ بن مبارک رحـ وشافعی رحـ کا قول ہے ۔ اور امام شافعی رحـ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا ۔ اور امام احمد رحـ نے کہا تراویح میں مختلف روایات ہیں بیس سے لے کر اکتالیس تک ، ہیں اس پر کوئی حکم نہیں لگایا ۔ اور امام اسحاق رحـ فرماتے ہیں کہ ہم اکتالیس رکعت کو اختیار کرتے ہیں ۔ موافق اس کے جو حضرت ابی بن کعب رضـ سے مروی ہے ۔ (انتہیٰ) ۔

دیکھو زمانہ نبوی میں یا صحابہ کرام رض یا تابعین رح یا تبع تابعین رح کے زمانہ میں کہیں جماعت آٹھ کی ہوئی یا اکیلا آدمی مشہور و معروف کوئی فقیہ یا امام آٹھ رکعت پڑھتا تو امام ترمذی ضرور اسکا تذکرہ کرتے۔ امام سبکی شافعی لکھتے ہیں۔

ومذهبنا ان التراويح عشرون ركعة۔ الخ

یعنی ہمارا مذہب یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

شیخ منصور بن ادریس حنبلی رح "کشاف القناع عن متن القناع" ص۲۷۶ میں لکھتے ہیں

" وهي عشرون ركعة في رمضان الخ

یعنی تراویح بیس رکعت ہیں رمضان میں۔ " شرح منتہی الارادات" ص۲۵۶۔ ج ۱۔ میں فرماتے ہیں

" وهي عشرون ركعة في رمضان جماعة الخ "

یعنی تراویح بیس رکعت ہیں رمضان میں جماعت سے۔" توشیح (شافعیہ) میں ہے۔

" والثالث منها صلوة التراويح وهي عشرون ركعات ولو فرادى وتسن الجماعة الخ "

یعنی اور ان میں سے تیسری نماز تراویح ہے اور وہ بیس رکعات ہیں اگرچہ اکیلا ہی پڑھے اور جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے" اور روضہ میں ہے۔

ومنه صلوة التراويح عشرون ركعة كل ركعتين بتسليمة۔ الخ

یعنی صلوۃ تراویح کی بیس رکعت ہیں ہر دو رکعت ایک سلام سے ہونی چاہئے۔

(کتب مالکیہ) وتتأكد صلوة التراويح في رمضان عشرون ركعة بعد صلوة العشاء يسلم من كل ركعتين الخ (انوار ساطعہ)

یعنی رمضان میں نماز عشاء کے بعد بیس رکعت نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔

(کتب الحنابلہ) التراويح سنة مؤكدة عشرون ركعة برمضان والاصل في مسنونيتها الاجماع۔ (نيل المآرب)۔

یعنی رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ان کا سنت ہونا اجماع سے ثابت ہے۔ الغرض جمہور صحابہ کرام رض اور ائمہ اربعہ رح سلف کا مذہب یہی ہے کہ تراویح بیس ہیں

آئمہ کسی کا مذہب نہیں۔

تعامل و توارث وھکذا جری التوارث من زمان امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی ھذا الآن و ھذا

الاحکام مما اتفق علیہ فقہاء المذاہب الاربع من غیر خلاف لہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ سے لے کر اب تک یہی توارث اور تعامل رہا ہے اور یہ ان احکام میں سے ہے جن پر مذاہب اربعہ کے فقہاء بغیر کسی اختلاف کے متفق ہیں۔

عن علی رضی اللہ عنہ انہ امر رجلا یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ وھذا کالاجماع (مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۱۶۷)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حکم کیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے اور یہ مثل اجماع کے ہے۔

امام نووی شافعی رح لکھتے ہیں۔

ثم استقر الامر علی عشرین فانہ المتوارث۔ الخ

یعنی پھر بیس رکعت پر امر مستقر ہو گیا بس یہی متوارث اور مسلسل عمل ہے۔

ابن حجر مکی شافعی رح نے لکھا ہے۔

ولکن اجمعت الصحابۃ رض علی ان التراویح عشرون رکعۃ الخ (زرقانی)

لیکن صحابہ رض نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

ابن تیمیہ رح فرماتے ہیں۔ وھو الذی یعمل بہ اکثر المسلمین۔ الخ۔

یعنی اور اکثر اہل اسلام اس پر عامل ہیں۔

اہل حدیث علماء سے بیس تراویح کا ثبوت

پس منع از بست و زیادہ چیزے نیست الخ (عرف الجادی؛ ص ۸۴)

پس منع کرنا بیس تراویح یا زیادہ سے کوئی چیز نہیں ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں۔

" پس آنکہ بزیادت عامل بسنت ہم باشد الخ " (ہدایت السائل؛ ص ۱۱۸)

گیارہ سے زیادہ تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے۔

نیز فرماتے ہیں۔

اما آنکہ جمع از اہل علم ایں نماز بست رکعت قرار دادہ اند و در ہر رکعتے قرأتے معین را مستحسن داشتہ ایں عدد بخصوصہ ثابت نشدہ ولیکن مجمل چیزے است کہ برآں ایں معنی صادق است کہ

انہ صلوٰۃ انہ جماعۃ وانہ فی رمضان

پس حکم بتبدیع آں چہ معنی۔ (بدور الاہلہ؛ ص ۳۴)

ترجمہ:۔ لیکن جن اہل علم کی ایک جماعت نے اس نماز کو بیس رکعت قرار دیا ہے اور ہر رکعت میں معین قرأت کو مستحسن رکھا ہے یہ عدد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں لیکن ایک مجمل چیز ہے جس پر یہ صادق ہے کہ یہ نماز ہے یہ جماعت ہے یہ رمضان میں ہے پس اس کے بدعت ہونے کا حکم لگانے کا کیا معنی؟

نیز فرماتے ہیں۔

ان صلوٰۃ التراویح سنۃ باصلہا لما ثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاھا فی لیالی ثم ترکہ شفقۃ علی الامۃ ان لاتجب علی العامۃ او یحسبوھا واجبۃ ولم یات تعین العدد فی الروایات الصحیحۃ المرفوعۃ ولکن یعلم من حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتہد فی رمضان مالا یجتہد فی غیرہ رواہ مسلم ان عددھا کان کثیراً۔

(الانتقاد الرجیح؛ ص ۶۱)

ترجمہ:۔ نماز تراویح اپنی اصل کے لحاظ سے سنت ہے۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے چند راتوں میں تراویح پڑھی ہیں پھر اس اندیشہ سے کہ لوگوں پر واجب نہ ہو جائیں اور عوام انہیں واجب نہ سمجھ لیں، پڑھنا ترک فرما دیا۔ اور روایات صحیحہ مرفوعہ میں کسی (حتمی) عدد کا تعین نہیں آیا لیکن اس حدیث سے کہ

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجتهد في رمضان مالا يجتهد في غيره - رواه مسلم -

معلوم ہوتا ہے کہ تراویح کا عدد کثیر ہے۔

تطبیق

اب اگر بالفرض گیارہ کا ثبوت ہو تو یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے گیارہ کا حکم دیا اور قرأت لمبی کی۔ پھر جب اس کو مشقت سمجھا تو قرأت میں تخفیف کر دی اور تعداد بڑھا کر بیس رکعت کر دیں اور وتر تین رکعت اس کے علاوہ ہیں۔ مجموعہ تیئس رکعت ہوئیں۔

علامہ سبکی رح ابن عبد البر رح سے اسی طرح تطبیق نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں۔

قال السبكي عن عبد البر اختاروا في وقت تطويل القيام فجعلوها احدى عشرة ركعة وفي وقت عدد الركعات فجعلوها عشرين وقد استقر العمل على هذا - (هداية السائل ، ص ۱۳۸)

یعنی ابن عبد البر رح سے سبکی رح نے نقل کیا ہے کہ ایک وقت میں تطویل قرأت کو انہوں نے پسند کیا تو گیارہ رکعت کو مقرر کر دیا۔ دوسرے وقت عدد رکعات بڑھا دیا تو بیس رکعت کو مقرر کر دیا۔ بے شک عمل سب اسی کا اسی بیس رکعت تراویح پر مستقر ہوا۔

علامہ قسطلانی رح شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔

قال القسطلاني رح في شرح البخاري جمع البيهقي بانهم كانوا يقومون باحدى عشرة ثم قاموا بعشرين و اوتروا بثلاث وقد عدوا ما وقع في زمان عمر رض كالاجماع - (اوجز المسالك ، ص ۳۹۵ ج ۲)

یعنی قسطلانی رح نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ بیہقی رح نے اس طرح جمع کیا ہے کہ لوگ پہلے گیارہ رکعت سے قیام کرتے تھے۔ پھر بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھنے لگے۔ اور محققین شمار کیا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں واقع ہوا اجماع کی طرح۔ اس لئے حدیث میں آتا ہے۔

« من رأى منكم منكرا فليغيره بيده الخ »

یعنی جو تم سے خلاف شرع بات ہوتے ہوئے دیکھے تو چاہیئے کہ اس کو ہاتھ سے اور زبان سے اور دل سے بدل ڈالے۔

اگر بیس خلاف شرع ہوتیں تو ہزاروں صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کے زمانہ میں اور مابعد میں لاکھوں علماء ہوئے ہیں کوئی تو اس پر انکار کرتا۔ اور جب کسی نے انکار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

وروی اسد بن عمرو عن ابی یوسف رح قال سألت ابا حنیفة رح عن التراویح وما فعله عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال التراویح سنة مؤکدة ولم یتخرصه عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ من تلقاء نفسه ولم یکن فیه مبتدعا ولم یأمر به الا عن اصل لدیه وعهد من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کذا فی مراقی الفلاح نقلا من الاختیار (ص ۲۲۴)۔

وفیه اشعار بکون التراویح سنة مؤکدة علی الحال التی امر بها عمر رضی اللہ عنه وهی عشرون رکعة۔ الخ۔ (اعلاء السنن ج ۷)

ترجمہ

اسد بن عمروؒ امام ابو یوسف رح سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ رح سے تراویح اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کے متعلق سوال کیا تو ارشاد فرمایا کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی طرف سے نہیں گھڑا اور نہ ہی بدون اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل شرعی موجود ہو اس کا حکم دیا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آپ کے پاس کوئی دلیل ضرور موجود ہوگی اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بیس رکعت تراویح اسی حال پر سنت مؤکدہ ہیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم دیا تھا۔

۲ : ایک تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آپ نے اکیس، تئیس کا حکم باعتبار مجموع کے دیا تھا یعنی ہر واحد کو دس دس رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا اور وتر ایک رکعت یا تین رکعت کبھی یہ پڑھاتے اور کبھی وہ پڑھاتے۔ (اوجز المسالک: ص ۳۹۴ - ج ۲)۔

بیس رکعت کے متعلق دوسرے علماء امت کے اقوال

ہرچند کہ تابعین اور اتباع تابعین کے خیر القرون میں بعض اکابر بیس سے زائد رکعت بھی پڑھتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینۃ الرسول میں جو مہبط وحی اور اسرار رسالت کا مطلع ہے ڈیڑھ سو سال تک برابر چھتیس رکعتیں معمول بہا بنی رہیں۔ تاہم انجام کار بیس پر ہی ساری امت کا اتفاق ہو گیا اور حالت بدستور سابق عود کر آئی۔ اور اصل یہ ہے کہ گو بعض بزرگ چار سولہ درمیانی وقفوں میں جن کو ترویحہ کہتے ہیں چار چار رکعتیں بلا جماعت ادا کر کے تعداد رکعت چھتیس تک پہنچا دیتے تھے لیکن جماعت بیس ہی رکعتوں کی ہوا کرتی تھی۔ اور گو صراحت کے ساتھ نام بنام سب علماء حق کا مسلک کتابوں میں مذکور نہ ہو۔ تاہم یہ امر یقینی ہے کہ خیر القرون کے بعد بھی تمام علماء اہل سنت والجماعت بیس ہی کا حکم دیتے تھے اور ترویحوں کے زائد نفلوں سے دستبردار ہو کر عموماً بیس پر ہی عمل پیرا رہے۔ ذیل میں ان علماء و صلحاء متاخرین کے اسماء گرامی درج کئے جاتے ہیں جن کی نسبت صراحۃً مذکور ہے کہ وہ بیس رکعت کے قائل تھے۔

اِمَامُ ابنِ عَبدُالبر رحؒ :-

حافظ امام ابن عبد البرؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک تئیس (بیس تراویح اور تین وتر) کی روایت معتبر ہے۔ اور امام مالکؒ کی روایت جس میں گیارہ رکعت (آٹھ تراویح اور تین وتر) مذکور ہیں وہم ہے۔ امام مالکؒ کے سوا دوسرے محدثین نے اکیس رکعتیں بتائی ہیں اور میں امام مالک رحؒ کے سوا کسی ایسے محدث کو نہیں جانتا جس نے گیارہ رکعت کی حدیث کا ذکر کیا ہو۔

(المصابیح مترجم مطبوعہ ثنائی برقی پریس امرتسر ۱۵)

حافظ مغرب شیخ الاسلام امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البرؒ قرطبی ۳۶۸ھ میں ہسپانیہ کے شہر قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ حفظ اور اتقان میں اہل زمانہ کے استاد تھے۔ باجی کا قول ہے کہ اندلس (اسپین) کے اندر کوئی عالم علم حدیث میں ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔

ابن حزم ظاہری رحؒ لکھتے ہیں کہ کتاب تمہید ہمارے دوست ابو عمرؒ (ابن عبد البرؒ) کی تصنیف ہے فقہ، حدیث میں کوئی کتاب اس تصنیف کی ہم پایہ نہیں چہ جائیکہ اس سے بڑھ کر ہو۔ علامہ ابن عبد البرؒ تمام علوم میں بیش بہا تالیفات رکھتے ہیں۔ ان کی ایک مشہورۂ آفاق کتاب "کافی" جو امام مالک رحؒ کے مذہب پر ہے پندرہ جلدوں میں ہے۔ کتاب "استیعاب" میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے حالات

قلمبند کئے ہیں۔ یہ ایسی بلند پایہ تصنیف ہے کہ جس کی مثل کسی مصنف کی کوئی کتاب نہیں دیکھی گئی۔ ان کی بہت سی دوسری بلند پایہ تصنیفات بھی ہیں۔ جن کے نام "تذکرۃ الحفاظ" میں درج ہیں۔

حدیث، فقہ اور معانی میں بصیرت تام رکھنے کے علاوہ علم نسب و اخبار کے بھی بڑے ماہر تھے۔ ثقہ، حجت اور صاحب سنت و اتباع تھے۔ پہلے ظاہری تھے۔ پھر مالکی رہ مذہب اختیار کر لیا تھا۔

حمیدی رہ کا بیان ہے کہ ابوعمرہ فقیہ، حافظ اور قرأت و خلاف اور علوم حدیث و رجال کے بڑے فاضل اور قدیم السماع بزرگ تھے۔ عمر کی پچانوے منزلیں طے کر کے ۴۶۳ھ میں واصل بحق ہوئے۔ بیہقی رہ کے ہمعصر اور عمر میں ان سے سولہ سال بڑے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد اول صفحہ ۳۲۰)

امام محمد غزالیؒ۔

حکیم الامت امام محمد غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

التراویح وھی عشرون رکعۃ وکیفیتھا مشھورۃ وھی سنۃ مؤکدۃ۔

(احیاء العلوم، جلد اول، ص ۱۳۹)

تراویح بیس رکعت ہیں اور اس کے پڑھنے کا طریقہ مشہور و معروف ہے تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

قطب ربانی سید عبدالقادر جیلانی رہ۔

حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز رقم فرماتے ہیں۔

" صلاۃ التراویح سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھی عشرون رکعۃ۔ "

(غنیۃ الطالبین، ص ۴۶۳ - ۵۶۷)۔

نماز تراویح حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے بیس رکعت ہے۔

امام ابن قدامہ حنبلیؒ۔

امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ المتوفی سن ۶۲۰ھ لکھتے ہیں۔

" والمختار عند ابی عبد اللہ فیھا عشرون رکعۃ وبھذا قال الثوری و ابوحنیفۃ والشافعی وقال مالک ستۃ وثلاثون وزعم انہ الامر القدیم وتعلق بفعل اھل المدینۃ ولنا ان عمر رضی اللہ تعالی عنہ لما جمع الناس علی ابی بن کعبؓ کان یصلی بھم عشرین رکعۃ۔

(مغنی ابن قدامہ مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۸۰۲)۔

امام احمد رہ کے نزدیک بیس رکعت مختار ہیں۔ سفیان ثوری رہ ابوحنیفہ رہ اور شافعی رحمہم اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے اور امام مالک رہ چھتیس رکعت کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ ایک امر قدیم ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب رض کی اقتدار پر جمع کیا تو وہ بیس رکعت ہی پڑھایا کرتے تھے۔

امام نووی رح :۔ امام محی الدین نووی رہ شارح مسلم فرماتے ہیں۔

اعلم ان صلاۃ التراویح سنۃ باتفاق المسلمین وھی عشرون رکعۃ۔ (کتاب الاذکار ص ۸۳)۔

یاد رکھو کہ نماز تراویح سنت ہے۔ تمام مسلمان اس مسئلہ پر باہم متفق ہیں اور یہ بیس رکعات ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ رح :۔ شیخ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وقد ثبت ان ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کان یقوم بالناس عشرین رکعۃ فی رمضان ویوتر بثلاث فرای کثیر من العلماء ان ذلک ھو السنۃ لانہ قام بین المہاجرین والانصار ولم ینکرہ منکر۔

(فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۱۸۶)۔

یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ لوگوں کو رمضان میں تراویح کی بیس رکعت اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے اسی بنا پر اکثر علماء بیس رکعت کو ہی سنت قرار دیتے ہیں کیونکہ ابی رض حضرات مہاجرین و انصار رض کی جماعت میں بیس رکعت کا قیام فرماتے تھے اور ان حضرات میں سے کسی نے کبھی ان پر انکار نہ کیا۔

علامہ سُبکی رح :۔ علامہ سبکی رحمہ اللہ منہاج میں لکھتے ہیں کہ۔

اس بات کا یقین کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول نہیں کہ آپ نے ان راتوں میں کتنی کتنی رکعات پڑھائیں اور ہمارا مذہب بیس رکعت پڑھنے کا ہے۔ (المصابیح سیوطی ص ۱۳ مطبوعہ مدرس)۔

علامہ عینی رح :۔ علامہ بدرالدین عینی رح شارح بخاری رح بھی بیس رکعت کے قائل تھے چنانچہ انہوں نے شرح بخاری میں اس کے بڑے بڑے دلائل قلمبند کئے ہیں اور اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں۔

قال ابن عبد البر رح وھو قول جمھور العلماء وبہ قال الکوفیون

والشافعی ؒ وجماعۃ الفقہاء وھو الصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابۃ الخ۔ (عینی شرح بخاری)

حافظ ابن عبدالبر ؒ نے فرمایا ہے کہ جمہور علماء کا قول بیس رکعت کا ہے اور مجتہدین کوفہ امام ابو حنیفہ ؒ اور ان کے شاگرد اور سفیان ثوری ؒ اور شافعی ؒ اور اکثر فقہاء کا یہی مسلک ہے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح طور پر یہی ثابت ہوا ہے۔ اور کوئی صحابی اس مسلک کے خلاف نہیں گیا۔

علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی ؒ :- شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ولعلھم فی وقت اختاروا تطویل القیام علی عدد الرکعات فجعلوھا عشرین وقد استقر العمل علی ھذا۔ (المصابیح، ص ۱۹)۔

اور شاید صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کسی وقت قیام کی طوالت کو مختصر کر کے اور رکعتیں بڑھا کر بیس کر دیں اور پھر بیس پر ہی عمل مستحکم و استوار ہو گیا۔

امام عبدالوہاب شعرانی ؒ :- امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ رقم فرماتے ہیں۔

ومن ذلک قول ابی حنیفۃ، والشافعی، واحمد رحمھم اللہ ان صلاۃ التراویح فی شھر رمضان عشرون رکعۃ وانھا فی الجماعۃ افضل۔ (میزان شعرانی ج ۱ ص ۱۵۲)۔

اور اسی قبیل سے امام ابو حنیفہ ؒ امام شافعی ؒ اور امام احمد رحمہم اللہ کے اقوال ہیں کہ نماز تراویح ماہ رمضان المبارک میں بیس رکعت ہے اور اس کا باجماعت ادا کرنا افضل ہے۔

علامہ شامی ؒ :- علامہ ابن عابدین شامی الدر المختار کی شرح میں لکھتے ہیں۔

التراویح سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین اجماعاً بعد صلاۃ العشاء وھی عشرون رکعۃ وھو قول الجمھور وعلیہ عمل الناس شرقا وغربا۔ (رد المحتار، ج ۱، ص ۵۱۱)۔

تراویح بالاجماع سنت مؤکدہ ہے کیونکہ اس پر خلفاء راشدین ؓ نے مواظبت فرمائی۔ اس کا وقت نماز عشاء کے بعد ہے اور اس کی رکعتیں بیس ہیں۔ یہی جمہور علماء کا قول ہے اور اسی پر شرق و غرب کے مسلمانوں کا عمل ہے۔

خاتمہ

۱ ؛ اہلِ حدیث گیارہ رکعتیں تراویح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں اپنے سلف کے مخالف ہیں کیا نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم اور میر ابو الحسن صاحب، مولوی وحید الزمان صاحب علامہ شوکانی رح علامہ سبکی رح علامہ ابن تیمیہ رح نے بخاری شریف نہیں پڑھی تھی؟ اس لئے آج کل کے اہلِ حدیث اصح الکتب سے گیارہ کا ثبوت دیتے ہیں۔ گو ولا فی غیرہ کہہ کر بارہ ماہ کی نماز تہجد کیوں نہ ہو۔ بہر حال یہ بتلائیں کہ آپ کو زیادہ علم ہے یا مذکورہ حضرات کو۔

۲ ؛ پہلی رات جب کہ ثلث رات تک تراویح پڑھی تھیں۔ اس میں آٹھ رکعت تھیں اس کے بعد آخر رات تک کچھ نہیں پڑھا۔ صراحۃً کسی دلیل سے ثابت کیا جائے کہ سو گئے تھے یا کچھ اور پڑھتے رہے یا خاموش بیٹھے رہے تھے ایسے خاموش بیٹھے رہنا حدیث (احیٰ لیلہ یعنی ساری رات جاگتے رہے) کے خلاف ہے۔

۳ ؛ عہدِ فاروقی سے لے کر اب تک یعنی بارہ صدی کے اواخر تک بیس رکعت یا بیس رکعت سے زائد کے سب لوگ قائل تھے۔ کہیں اور کسی مسجد میں جماعت آٹھ کی نہیں ہوتی تھی۔ اگر کہیں یا کسی مسجد میں آٹھ رکعت کی ہوتی تھی تو اس کو صاف واضح کیا جائے۔

۴ ؛ نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کی تحقیق میں بیس رکعت تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے اور مکروہ نہیں ہے۔

۵ ؛ اہلِ حدیث کی جرح بیس رکعت تراویح پر اصولِ حدیث کی رو سے بھی صحیح نہیں ہے۔

۶ ؛ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کبھی مسجد کے اندر جماعت آٹھ رکعت تراویح کی ہوئی ہو تو اس کا ثبوت پیش کرو۔

۷ ؛ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کبھی مسجد کے اندر آٹھ رکعت تراویح کی جماعت ہوئی ہو یا کسی نے بیس رکعت تراویح سے انکار کیا ہو تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔

۸ ؛ سلف میں سے کس نے مسجد میں آٹھ تراویح باجماعت پڑھی اور اس پر انکار نہیں کیا؟ کس سن میں؟ اور کس شہر میں؟

۹ ؛ بخاری شریف میں قاعدہ لکھا ہے۔

انما یؤخذ من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الآخر فالآخر۔

اس قاعدہ کی رو سے آخری فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اول کے لئے ناسخ ہوگا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری رات عشاء سے سحری تک تراویح پڑھائی تھیں تو اہل حدیث کو چاہیئے کہ سنت کی اتباع میں ساری رات قیام کیا کریں یہاں تک کہ سحری ہو جائے۔

۱۰ ۔ اور اس میں عدد کی تصریح ضروری ہے کہ آٹھ رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھیں یا بیس رکعت یا زیادہ بیس سے۔

۱۱ ۔ محمد بن یوسف رحمہ کے شاگردوں میں اختلاف ہے۔ اس لئے آٹھ رکعت متعین نہ ہوئیں۔ کسی نے آٹھ نقل کی ہیں، کسی نے دس اور کسی نے بیس رکعت روایت کی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ پہلے فعل کو دیکھتے ہیں اور آخری فعل کو نہیں دیکھتے جس پر کہ اہل اسلام کا عمل مستقر ہوا جو بیس رکعت ہے۔ جیسا کہ امام نووی رح وغیرہم نے نقل کیا ہے۔

ثم استقر الامر علی عشرین رکعۃ فانہ المتوارث۔

یعنی پھر تراویح کا معاملہ بیس رکعت پر مستقر ہو گیا۔ اور یہی اہل اسلام کا مسلسل عمل ہے۔

○

بیس (۲۰) رکعت تراویح سُنّت ہیں

حق تعالیٰ تعالیٰ شانہٗ کے فضل وکرم سے وہ مبارک مہینہ رمضان المبارک شروع ہوگیا ہے جس کے متعلق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں۔

" جس نے ایمان و نیک نیتی سے رمضان المبارک کے روزے رکھے اس کے پہلے سب گناہ معاف ہوگئے اور جس نے ایمان اور نیک نیتی سے تراویح پڑھیں اس کے پہلے سب گناہ معاف ہوگئے اور جس نے ایمان و نیک نیتی سے شب قدر میں قیام کیا اس کے پہلے سب گناہ معاف ہوگئے " (مشکوٰۃ ص۱۶۵)

نیز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں :-

وَیُنَادِیْ مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَ یَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص۱۷۳)

حق تعالیٰ کا منادی (ہر رات) پکارتا ہے اے نیکی کے طالب متوجہ ہو۔ اور اے بدی کے طالب رک جا۔

اس لئے ہر مسلمان بدل وجان سعی کرے گا کہ حسن صیام وقیام تراویح و تکثیر عبادات سے اپنے لئے ذخیرۂ عقبیٰ جمع کرے دوں جو میرے لئے معاصی سابقہ کے کفارہ ہونے کے علاوہ حق تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور فضلوں کا مورد ہو مگر جب تعداد تراویح کی طرف نظر کرے گا تو متحیر ہو گا کہ خدا کے ایسے بھی مقبول بندے گذرے ہیں جو ہر رات رمضان المبارک میں چالیس رکعت سے بھی زیادہ زیادہ پڑھتے رہے ہیں مگر ہمارے زمانہ کے بعض جدید مدعیان علم آٹھ رکعت سے زیادہ تراویح پڑھنے کو بدعت کہہ کر عوام کو بیس رکعت تراویح پڑھنے سے بھی روکنے ہیں سعی بے سود کرنے میں منہمک ہوتے ہیں۔ حالانکہ آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنے کی ممانعت نہ کہیں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قول وفعل سے صراحۃً ثابت اور نہ کہیں خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول وفعل سے زیادتی کا انکار بلکہ خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہٗ سے لگاتار صلحاء عظماء امّت کا بیس رکعت

تراویح اور اس سے زائد پر بلااختلاف معتدبہ تعامل چلا آیا ہے۔ پھر ہماری حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی جب ہم اس فرقہ کے زعماء سے یہ سنتے ہیں کہ بیس (۲۰) رکعت تراویح بدعت ہیں مگر خدا بھلا کرے جناب نواب صدیق حسن خان صاحب قنوجی مرحوم (اہلحدیث) کا کہ وہ اپنے فرقہ کے احوال میں ہماری حیرت یوں دُور فرماتے ہیں :۔

فقد نبت فی هذا الزمان فرقة ذات سمعة و رياء تدعی لا نفسها علم الحديث والقرآن والعمل بهما علی العلات فی کل شان مع انها ليست فی شیئ من اهل العلم والعمل والعرفان (الحطہ ص۹۶)

اس زمانہ میں ایک فرقہ ریاکار شہرت پسند پیدا ہوا ہے جو اپنے لئے قرآن و حدیث کے علم و عمل کا مدعی ہے حالانکہ وہ ہر طرح سے ناقص ہونے کی وجہ سے زمرہ اہل علم اور اہل عمل اور اہل عرفان کے کسی درجہ میں نہیں ہے۔ . . . . . .

فما وجدت احدا یرغب فی طریق الصالحين او يسير سيرة المؤمنين . . . . . .

میں نے ان (غیر مقلدین میں سے) کسی کو نہیں پایا کہ سلف صالحین کے طریقہ کی خواہش رکھتا ہو یا سچے ایمان والوں کی پیروی کرتا ہو۔ (حوالا بالا)

فما هذا دين ان هذا الا فتنة فی الارض وفساد كبير (حطہ ص۹۸)

یہ کوئی دین نہیں بلکہ یہ تو زمین میں بہت بڑا فتنہ اور فساد عظیم ہے۔

اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ چند سطور مسئلہ تراویح کے متعلق سپرد قلم کریں تاکہ اہل انصاف کیلئے موجب طمانینت اور اہل شقاق کے لئے باعث ہدایت ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی رکعات تراویح کا ثبوت ہے

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً تراویح کی رکعات کو صراحۃً بیان نہیں فرمایا بلکہ صلوٰۃ تراویح کی ترغیب دی ہے۔

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من قام رمضانا ايمانا و احتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه. رواه الجماعة. (آثار السنن ص۴۸ ج۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایمان و نیک نیتی سے تراویح پڑھیں اس کے پہلے سب گناہ معاف ہوئے۔

وعنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرھم فیہ بعزیمۃ فیقول الخ (مسلم)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ تراویح کی ترغیب دیا کرتے تھے بغیر امر وجوبی کے۔

اسی قسم کی اور بھی قولی احادیث ہیں جن سے عدد رکعات تو معلوم نہیں ہوتا مگر ترغیب تراویح سے تکثیر رکعات تراویح کا استحسان ضرور مفہوم ہوتا ہے یعنی جس قدر زیادہ پڑھی جائیں گی افضل ہونگی البتہ فعلاً جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شب باجماعت تراویح پڑھائی ہیں ایک روایت میں ان کی تعداد بیس ۲۰ رکعت آئی ہیں جس کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی وغیرہما نے روایت کیا ہے مگر انصاف یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہیں۔ دوسری روایت میں ان کی تعداد آٹھ رکعت آئی ہے جس کو طبرانی نے صغیر میں اور محمد بن نصر مروزی نے قیام اللیل اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے۔ مگر یہ روایت بھی ضعیف ہے اس لئے کہ اس کا مدار عیسیٰ بن جاریہ راوی پر ہے۔ جو محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں۔

تعلیق الحسن ص۵۵ ج۱ میں ہے:۔

قلت مدارہ علی عیسیٰ بن جاریۃ قال الذھبی قال ابن معین عندہ مناکیر وقال النسائی منکر الحدیث وجاء عنہ متروک وقال ابو زرعۃ لا باس بہ۔ انتھیٰ	امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین نے فرمایا عیسیٰ بن جاریہ کے پاس احادیث منکر ہیں۔ نسائی نے بھی اسے منکر الحدیث کہا اور کبھی متروک کہا۔ اور ابو زرعہ نے لا باس بہ کہا۔

حضرت عائشہؓ کی گیارہ رکعت والی روایت کو تراویح کی تعداد سے کوئی تعلق ہی نہیں اس لئے کہ اس میں تہجد کا تذکرہ ہے۔ علامہ قسطلانیؒ اسی کی تائید میں فرماتے ہیں:۔

واما قول عائشۃ الاٰتی فی ھذا الباب ان شاء اللہ تعالیٰ ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ فحملہ اصحابنا علی الوتر

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گیارہ رکعت والی روایت تہجد کے بارہ میں ہے۔

از روئے انصاف صحیح بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایات میں کوئی خاص عدد تراویح کا مروی نہیں ہے۔

واعلم انھم اختلفوا فی عدد رکعات	البتہ صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین سے

التراویح ولم یقع فیما روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قرأ ثلاث لیالے عدد رکعاتہ بطریق صحیح ا بذل المجہود ص۳۰۲ ج۲

عدد تراویح کا ثبوت ملتا ہے جس کی تعداد بیس سے کم نہیں بلکہ بیس رکعت یا اس سے زائد ہے۔

حضرت عمرؓ سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت

(۱) عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بھم عشرین رکعۃ رواہ ابو بکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ و اسنادہ مرسل قوی (آثار السنن ص۵۵ ج۲)

یحیی بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صحابہؓ کا بیس رکعات تراویح پڑھنا۔

(۲) عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطاب فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ الخ رواہ البیہقی واسنادہ صحیح آثار السنن ص۵۳ ج۲ بذل المجہود ص۳۰۴ ج۲)

حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں صحابہ و تابعین رمضان مبارک میں بیس رکعت (بلا وتر) تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(۳) عن یزید بن رومان انہ قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ رواہ مالک و اسنادہ مرسل قوی (آثار السنن ص۵۵ ج۲ بذل المجہود ص۳۰۵ ج۲)

یزید بن رومان کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں سب لوگ (مع وتر) تیئس رکعت پڑھا کرتے تھے (یعنی بیس تراویح اور تین وتر)

حضرت ابی بن کعبؓ کا بیس رکعت تراویح پڑھانا

(۴) عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن

عبد العزیز بن رفیعؒ کہتے ہیں کہ حضرت

كعب يصلي بالناس في رمضان بالمدينة عشرين ركعة ويوتر بثلاث اخرجه ابو بكر بن ابي شيبة في مصنفه واسناده مرسل قوي (حوالا بالا)

ابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رمضان کے مہینے میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر مدینہ طیبہ میں پڑھایا کرتے تھے۔

شبہ حضرت عمر اور حضرت ابی کے متعلق بیس رکعت تراویح کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ خود حضرت عمرؓ کا حضرت ابی و تمیم داری کو گیارہ رکعت مع الوتر پڑھانے کا حکم معروف ہے۔

عن السائب بن يزيد انه قال امر عمر بن الخطاب ابي بن كعب وتميما الداري ان يقوما للناس باحدى عشرة ركعة الخ (موطا امام مالک)

حضرت سائب بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے ...... ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت مع وتر تراویح پڑھائیں۔

اس امر کے ہوتے ہوئے لوگوں کا بیس رکعت تراویح پڑھنا یا حضرت ابی بن کعبؓ کا بیس رکعت پڑھانا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔

جواب اوّل تو لفظ احدى عشرة (گیارہ رکعت) محفوظ نہیں:۔

رواه عبد الرزاق من وجه آخر عن محمد بن يوسف فقال احدى وعشرين (فتح الباری ص۱۸۰ ج۴)

علامہ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ مسند عبد الرزاق کی روایت میں اکیس رکعت ہے۔

قال ابن عبد البر روى غير مالك في هذا الحديث احدى وعشرون وهو الصحيح ولا اعلم احدا قال فيه احدى عشرة الا مالكا (زرقانی شرح موطا)

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ امام مالک کے سوا دوسرے محدثین نے اس حدیث میں اکیس رکعت روایت کیا ہے اور یہی صحیح ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ سوا مالک کے کسی نے گیارہ رکعت کہا ہو۔

دوسرے محدثین اس میں یوں تطبیق دیتے ہیں کہ پہلے لوگوں نے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں گیارہ رکعت پڑھی ہوں، پھر تیئیس پر امر مستقر ہوگیا۔

قال البيهقي في سننه ويمكن الجمع بين

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں اس

الروايتين بانهم كانوا يقومون باحدى عشرة ثم كانوا يقومون بعشرين ويوترون بثلاث :

طرح تطبیق ممکن ہے کہ پہلے گیارہ رکعت پڑھا کرتے ہوں۔ پھر بیس رکعت تراویح اور تین وتر تیئیس رکعت پڑھنے لگے ہوں۔

وقال القسطلانی فی شرح البخاری وجمع البیهقی بینهما بانهم کانوا یقومون باحدی عشرة ثم قاموا بعشرین واوتر وا بثلاث وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر کالاجماع :۔

علامہ قسطلانیؒ شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں بیہقی نے یوں جمع کیا ہے پہلے لوگ پہلے گیارہ رکعت پڑھتے تھے پھر بیس تراویح اور تین وتر پڑھنے لگے۔ حضرت عمر کے زمانہ کا یہ تعامل یعنی بیس رکعت بمنزلہ اجماع کے ہے۔

وقال السیوطی فی المصابیح وکان عمر لما امر بالتراویح اقتصر اولاً علی العدد الذی اصلاه النبی صلی الله علیه وسلم ثم زاد فی اخر الامر ۔

علامہ سیوطیؒ مصابیح میں کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جب کہ تراویح (باجماعت) کا حکم دیا تو پہلے اسی عدد پر اقتصار کیا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابتداءً) پڑھا تھا۔ پھر آخر کار تعداد بڑھا دی

اس لئے کہ ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی رات میں ثلث لیل تک اور دوسری میں نصف لیل تک جماعت میں آٹھ رکعت ہی پڑھائی ہوں۔ پھر انفراداً باقی بارہ رکعت پڑھ لی ہوں جیسا کہ روایت احیی اللیل اس پر شہادت دیتی ہے۔ پھر تیسری شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری تک جماعت کرائی تو اس پر بیس رکعت پڑھی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے امر ظاہر یا ابتدائی کو رخصت سمجھ کر پہلے اس کا امر کیا ہو۔ پھر حقیقۃ الامر یا آخر الامر منکشف ہونے پر بیس رکعت کی تکمیل اتباعاً للسنۃ کرا دی ہو۔ پھر اسی پر امر مستقر ہو اس سے کم معمول نہ رہا ہو کیونکہ بیس رکعت تراویح بظاہر سنت خلیفہ ثانی ہیں۔ مگر درحقیقت اس کا اصل ماخذ قول و فعل نبوی ہے۔ جو خلیفہ ثانی پر آخر کار منکشف ہوا تھا۔

وقال الشعرانی فی کشف الغمة کانوا یصلونها فی اول زمان عمر ثلاث عشرة رکعة وکان القاری یقرأ بالمئین من الآیات حتی کان الناس یعتمدون

امام شعرانیؒ "کشف الغمہ" میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے ابتدا خلافت کے زمانہ میں لوگ تیرہ رکعت (مع الوتر) تراویح پڑھا کرتے تھے۔ اور قاری سے لمبی لمبی سورتیں پڑھا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ بوجہ درازی قیام (راحت کے لئے) لاٹھیوں پر

على العصي من طول القيام وكان امامهم ابی بن کعب و تمیما الداری رضی الله عنهم ثم ان عمر امر يفعلها ثلاثا وعشرين ركعة ثلاث منها وتر واستقر الامر على ذالك في الامصار (تعليق حسن)

سہارا لگایا کرتے تھے اور ان کے امام ابی بن کعب اور تمیم داری تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح اور تین پڑھنے کا حکم دیا اور سب شہروں میں اسی پر عمل در آمد مستقر ہوا۔

.. ..

علامہ قسطلانیؒ کی شہادت

لم يذكر في هذا الحديث عدد الركعات التي كان يصلي بها ابى وا المعروف

هو الذي عليه الجمهور انه عشرون ركعة بعشر تسليمات وذالك خمس ترويحات كل ترويحة اربع ركعات بتسليمتين غير الوتر وهو ثلاث ركعات (ارشاد الساری شرح البخاری)۔

اس حدیث میں تراویح کی ان رکعتوں کا عدد مذکور نہیں جن کو حضرت ابی بن کعبؓ پڑھایا کرتے تھے[1] اور یہ پانچ ترویحے ہوئے۔ ہر ترویحہ دو سلام سے چار رکعت کا ہوتا ہے۔ یہ بیس رکعت تراویح تین رکعت وتر کے علاوہ تھیں۔

حضرت علیؓ سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت۔

(۵) عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا ان یصلی بهم فی رمضان عشرین ركعة رواه ابن ابی شیبة فی المصنف (جواہر النقی ص ۲۹۶)

ابی الحسناء تابعیؒ کہتے ہیں کہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھانے پر ایک آدمی کو رمضان میں مامور کیا۔

.. .. ..

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے تراویح کا ثبوت

(۶) عن زيد بن وهب قال كان عبد الله

زید بن وھبؒ تابعی کہتے ہیں کہ:۔

---

[1] اور وہ معروف مذہب جس پر جمہور قائم ہیں یہ ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔

بن مسعود يصلي لنا في شهر رمضان
فينصرف وعليه ليل قال الاعمش
كان يصلي عشرين ركعة ويوتر بثلاث
رواه محمد بن نصر المروزي (عینی شرح بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ماہ رمضان میں ہم کو تراویح
پڑھا کر فارغ ہوتے حالانکہ ابھی رات باقی ہوتی۔
اعمش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیس رکعت
تراویح اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔

جمہور صحابہ کرامؓ سے بیس۲۰ تراویح کا ثبوت

(۷) عن عطاء قال ادركت الناس
وهم يصلون ثلاثا وعشرين ركعة.
رواه ابن ابي شيبة واسناده حسن

حضرت عطا تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ
کرامؓ کو (وتر سمیت) ۲۳ رکعت تراویح
پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (آثار السنن ص۵۵ ج۲)

(۸) واكثر اهل العلم على ما روي عن
علي وعمر وغيرهما من اصحاب النبي
صلى الله عليه وسلم عشرين ركعة
وهو قول سفيان الثوري وابن المبارك
والشافعي وقال الشافعي وهكذا ادركت
ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة (ترمذی ص۹۹ ج۱)

بہت سے اہل علم بیس رکعت تراویح کے اسی طرح
قائل ہیں جیسے حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اور دوسرے
صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔ امام سفیان ثوریؒ اور
عبداللہ بن مبارک اور امام شافعیؒ کا یہی مذہب
ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی طرح
اپنے شہر مکہ معظمہ میں دیکھا ہے کہ لوگ بیس رکعت
تراویح پڑھا کرتے ہیں۔

تابعینؒ سے بیس۲۰ تراویح کا ثبوت

(۹) عن ابي الخصيب قال كان يؤمنا
سويد بن غفلة في رمضان فيصلي
خمس ترويحات عشرين ركعات
رواه البيهقي واسناده حسن (آثار السنن ص۵۵)

ابی الخصیب کہتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہ
جلیل القدر متوفی سنہ ۸۱ھ ماہ رمضان میں ہمارے
امام بنا کرتے تھے اور ہم کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت
تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(۱۰) عن نافع بن عمر قال كان ابن ابي مليكة

نافع بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت ابن ابی ملیکہ

يصلي بنا في رمضان عشرين ركعة رواه ابوبكر بن ابي شيبة واسناده صحيح (صفحہ ٥٦)

(تابعی) ہم کو رمضان مبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(١١) عن سعيد بن عبيد ان علي بن ربيعة كان يصلي في رمضان خمس ترويحات ويوتر بثلاث اخرجه ابوبكر بن ابي شيبة في مصنفه واسناده صحيح (آثار السنن صفحہ ٥٥ ج٢)

سعید کہتے ہیں کہ علی بن ربیعہ (تابعی) رمضان مبارک میں لوگوں کو پانچ ترویحے (بیس رکعت) تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

(١٢) واما القائلون به من التابعين فشتير بن شكل وابن مليكة والحارث الهمداني وعطاء بن رباح وابو البختري وسعيد بن ابي الحسن البصري اخو الحسن وعبدالرحمن بن ابي بكر وعمران العبدي وقال ابن عبد البر وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعي واكثر الفقهاء وهو الصحيح عن ابي بن كعب من غير خلاف من الصحابة۔ (عینی شرح)

جو تابعینؒ بیس رکعت تراویح کے قائل ہیں ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔
شتیر بن شکل۔ ابن ابی ملیکہ۔ حارث ہمدانی، عطاء بن ابی رباح، ابو البختری۔ حضرت حسن بصری کے بھائی سعید بن ابی الحسن۔
عبد الرحمٰن بن ابی بکر۔ عمران عبدی

علامہ ابن عبد البر مالکیؒ "بیس[٢٠]" رکعت تراویح کے متعلق فرماتے ہیں یہی قول جمہور علماء کا ہے۔ اسی کے اہل کوفہ اور امام شافعی اور اکثر فقہاء قائل ہیں اور یہی حضرت ابی بن کعبؓ سے صحیح ہے۔ صحابہ کرامؓ میں بھی اس کے خلاف کوئی نہیں۔

بعض سلف کا بیس[٢٠] رکعت سے زائد تراویح پڑھنا

غیر مقلدین کے مایۂ ناز صاحب تصنیف مولوی عبد اللہ صاحب روپڑی اپنے رسالہ "اہلحدیث کے امتیازی مسائل" کے صفحہ ٦٦ میں لکھتے ہیں۔ بلکہ خیر القرون میں بیس[٢٠] سے بھی زیادہ پڑھی گئی ہیں۔ زرارہ بن اوفیؒ چوبیس پڑھا کرتے تھے اور عمران بن عبدی پہلے بیس[٢٠] اور آخری عشرہ میں چوبیس[٢٤] پڑھا کرتے تھے۔ سعید بن جبیرؒ بھی چوبیس[٢٤] اور آخری عشرہ میں اٹھائیس پڑھتے تھے اور عمر بن عبد العزیزؒ اور ابان

بن عثمان کے زمانہ میں چھتیس (۳۶) پڑھتے تھے۔ اور ابن سیرین کہتے ہیں۔ معاذ ابو حلیمہ قاری اکتالیس پڑھتے تھے اور امام احمد بن حنبل سے امام اسحٰق نے تراویح کی بابت پوچھا تو فرمایا کہ ان میں کئی قسمیں ہیں۔ قریب قریب چالیس کے کہا گیا ہے کوئی (حرج) نہیں نفل ہیں اور امام اسحٰق کہتے ہیں کہ میں چالیس ہی پسند کرتا ہوں اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ کے لوگوں کو انتالیس ہی پڑھتے دیکھا ہے۔ لیکن میرے نزدیک محبوب ترین بیس (۲۰) ہی ہیں اور امام مالک چھتیس (۳۶) کو پسند کرتے تھے (ملاحظہ ہو قیام اللیل لمحمد بن نصر المروزی ص ۹۱، ۹۲)

غرض کسی پر کوئی اعتراض نہیں خواہ کوئی بیس پڑھے خواہ چوبیس پڑھے خواہ چھتیس پڑھے، خواہ اڑھتالیس پڑھے۔ (انتہی بلفظہ) مذکورہ بالا ۱۲ دلائل اور معمولات سلف صالحین سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اُمت مرحومہ میں بیس رکعت سے کم (آٹھ) وغیرہ تراویح پڑھنے کا عرف و تعامل نہ تھا، اسی لئے امام ترمذیؒ نے جہاں تعداد تراویح کے متعلق تفصیل مذاہب صحابہؓ و تابعینؒ و ائمہ دین بیان فرمائی ہے وہاں باوجود التزام ذکر مذاہب آٹھ رکعت بلکہ بیس رکعت سے کم والا کوئی مذہب نقل نہیں کیا ہے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کے زمانہ میں آٹھ رکعت تراویح پڑھنا معروف و مروج نہ تھا۔ بلکہ یہ ہمارے زمانہ کے جدید مجتہدین کا ایجاد و احداث کردہ ہے۔

پس بیس رکعت تراویح پڑھنا مسنون ہوا اس لئے کہ یہ سُنّت خلفاء راشدین ہے اور سنت خلفاء راشدین دو (۲) وجہ سے سُنّت نبوی ہی ہے۔ (۱) اوّل تو اس لئے کہ جملہ صحابہ کرامؓ عموماً خلفاء راشدینؓ خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا آئینہ ہیں۔ خلفاء کی تقریر یا امر سے صحابہ کرامؓ کا بیس (۲۰) رکعت تراویح پر تعامل اس کے سُنّت نبوی پر مبنی ہونے کی طرف صراحۃً مشعر ہے۔

(۲) دوسرے اس لئے کہ سنت خلفاء راشدینؓ کی اتباع کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی لازم فرما دیا ہے تو گویا سُنّت خلفاء کا اتباع کرنا بعینہٖ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وستروں من بعدی اختلافا شدیداً فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین (مشکوٰۃ ص ۳۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں تم عنقریب میرے بعد سخت اختلاف دیکھو گے سو تم میری سُنّت اور میرے خلفاء راشدینؓ کی سُنّت کو لازم پکڑ لو (یعنی اس پر عمل کرو)

آخر میں ائمہ اربعہ کا ذکر نا مزید اطمینان کا باعث سمجھتے ہیں۔

ائمہ اربعہؒ کا مذہب

ومن السنن صلوٰة التراویح فی شهر رمضان عند ابی حنیفة والشافعی و احمد وهی عشرون رکعة بعشر

تسلیمات و۔ فعلها فی الجماعۃ افضل وقال ابویوسف من قدر علی ان یصلی فی بیته کما یصلی مع الامام فالاحب ان یصلی فی بیته وقال مالک قیام رمضان فی البیت لمن قوی علیه احب الیّ وحکی عنه ان التراویح ست وثلاثون رکعة (رحمۃ الامۃ صلا)

منجملہ مسنون نمازوں کے نماز تراویح ماہ رمضان میں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک، تراویح دس سلام سے بیس رکعت ہیں اور ان کو جماعت میں پڑھنا (تنہا پڑھنے سے) افضل ہے اور امام ابویوسف نے فرمایا جو گھر میں پڑھنے پر ایسے ہی قدرت رکھتا ہے۔ جیسے (باجماعت) امام کے ساتھ پڑھنے پر اسے محبوب تر گھر میں پڑھنا ہے۔ اور امام مالکؒ نے فرمایا ہے تراویح گھر میں پڑھنا زیادہ محبوب ہے۔ اور امام مالکؒ سے منقول ہے کہ تراویح کی ۳۶ رکعتیں ہیں۔

نتیجہ آٹھ تراویح پڑھنا جیسے جمہور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعین کے خلاف ہے ایسے ہی چاروں اماموں کے چاروں مذہبوں کے بھی خلاف ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اَلَا کُلُّ مَنْ لَّا یَقْتَدِی بِائِمَّۃٍ
فَقِسْمَتُہٗ ضِیْزٰی عَنِ الْحَقِّ خَارِجٌ لہ

(خبردار جو دین کے اماموں کی پیروی نہ کرے گا۔ اس کی قسمت کھوٹی اور وہ حق سے خارج ہوگا)

واللہ یھدی السبیل من یشاء

Moulana Mohmmad Nazeeruddin
Chilkalguda, Secunderabad.
Cell : 9963694761

طباعت شیروانی آرٹ پرنٹرز دہلی۔۶ فون: 2943292